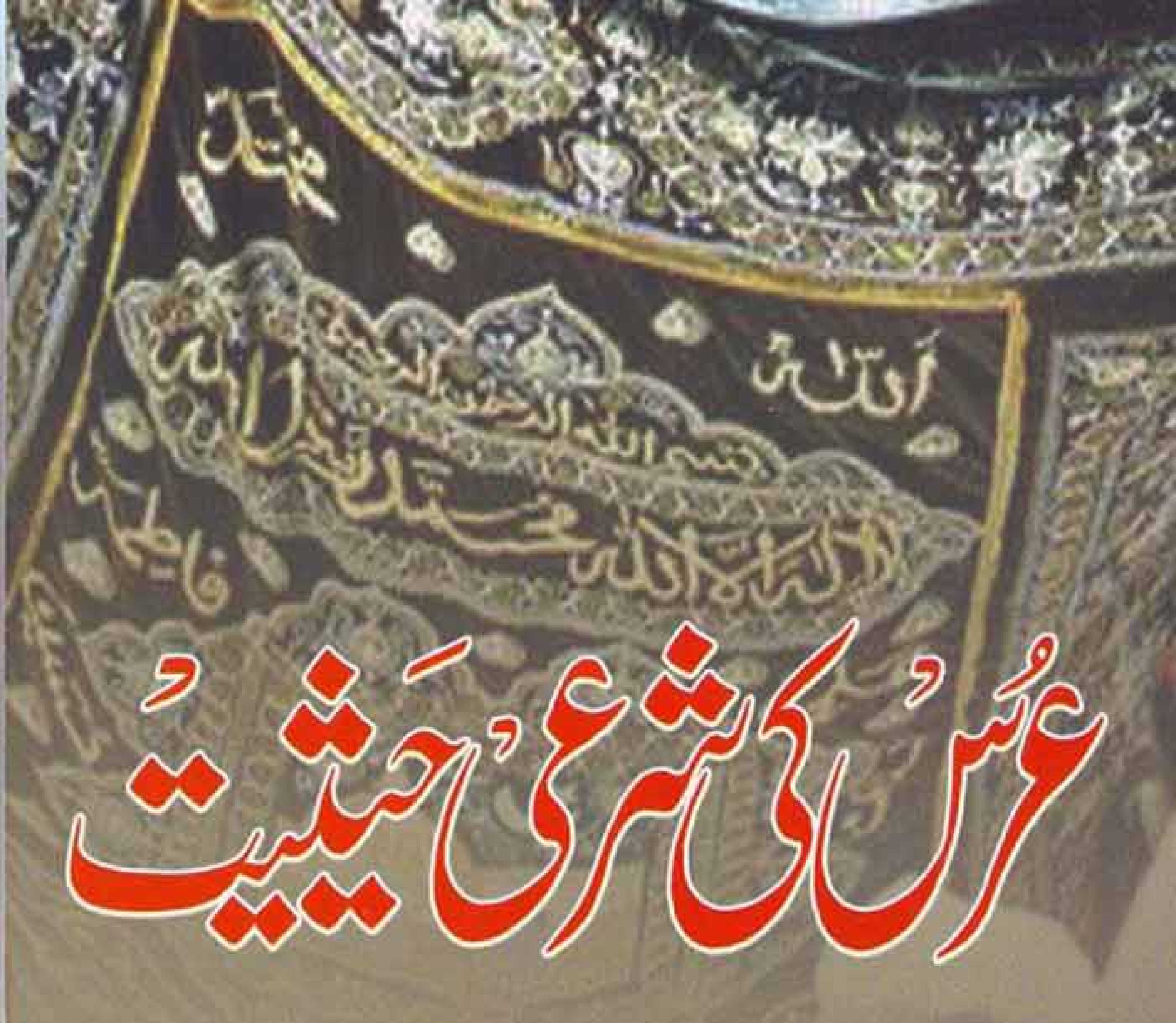


عرس کی شرعی حیثیت

تصنیف

نبیرہ تاج الفحول مولانا محمد عبد الماجد قادری بدایونی

ترتیب، تخریج

مولانا محمد دلشاد احمد قادری

عرس کی شرعی حیثیت

تصنیف

نبیرۂ تاج الفحول مولانا حکیم ابوالمنظور محمد عبدالماجد قادری بدایونی

ترتیب و تخریج

مولانا محمد دلشاد احمد قادری

(استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف)

ناشر

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف

سلسلۂ مطبوعات (۳۲)

☆ کتاب : عرس کی شرعی حیثیت

☆ مصنف : مولانا حکیم ابوالمنظور محمد عبدالماجد قادری بدایونی

☆ ترتیب وتخریج : مولانا محمد دلشاد احمد قادری (استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں)

☆ طبع اول : نومبر ۲۰۰۸ء/ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

☆ تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

☆ کمپوزنگ : عثمانیہ کمپیوٹرز مدرسہ قادریہ بدایوں

☆ ناشر : تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

☆ تقسیم کار : مکتبہ جام نور، ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

انتساب

مصنف کتاب کے صاحبزادوں

حضرت مولانا محمد عبدالواجد قادری عثمانی

(مدفون درگاہ قادریہ بدایوں)

حضرت مولانا محمد عبدالواحد قادری عثمانی

(متوفی ۱۳۹۵ھ، مدفون کراچی پاکستان)

کے نام

رحمة الله تعالیٰ علیهما رحمة واسعة

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے — یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

شوال ۱۴۲۹ھ/ مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جا رہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد و ہدایت، اصلاح و ارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جدوجہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک و احتشام سے ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ''اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب و تاب اور موجودہ تحقیقی و اشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو''۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت و سرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کر دیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ دس ماہ میں ۱۳ر کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی منصوبے کے دوسرے مرحلے میں ۱۵ر کتابیں منظر عام پر لا رہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن و خوبی پایہ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

فہرست مشمولات

عنوان	صفحہ

حرف آغاز ۷
مولانا عبدالماجد بدایونی: شخصیت اور خدمات ۱۰

فتویٰ جواز عرس

استفتاء ۳۰
عرس کیا ہے؟ ۳۲
صالحین کے مزارات سے استمداد ۳۴
مزار پر غلاف ڈالنا درست ہے ۳۷
قبر پر شامیانہ اور پھول ڈالنا ۴۰
محفل مولود شریف کرنا ۴۱
مجلس سماع ۴۵
فاتحہ دلانا ۴۷
تلاوت پنج آیات ۴۸
تصدیقات علماء بدایوں ۵۱

القول السدید ۵۵

مقلد آیات واحادیث سے استدلال کرسکتا ہے ۵۶
عرس کا ثبوت ۵۸

استمداد قبور	۶۵
حضرات مجوزین استمداد وتوسل	۸۴
قبر پر چادر ڈالنا	۸۹
بوسۂ قبر	۹۵
شامیانہ تاننا	۱۰۰
مسئلہ روشنی	۱۰۱
قبر پر ہار پھول ڈالنا	۱۰۶
قیام مولود شریف	۱۱۰
تنبیہ	۱۱۵
مسئلہ سماع	۱۱۵
فاتحہ شیرینی وطعام	۱۲۰
تلاوت پنج آیات قرآنیہ	۱۲۶
چادر مع جلوس	۱۳۲
اماکن مقدسہ اور مقامات متبرکہ	۱۳۴

☆☆☆

حرف آغاز

زیرِ نظر کتاب ''عرس کی شرعی حیثیت'' حضرت مولانا عبدالماجد قادری بدایونی کے دو رسائل کا مجموعہ ہے: ۱۔ فتویٰ جوازِ عرس، ۲۔ القول السدید۔ یہ دونوں رسالے بالترتیب ۱۳۲۹ھ اور ۱۳۳۰ھ میں بدایوں سے شائع ہوئے تھے، اب پوری ایک صدی کے بعد تاج الفحول اکیڈمی ان دونوں رسائل کو یکجا کر کے جدید تحقیق و تخریج کے ساتھ شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہی ہے۔

فتویٰ جوازِ عرس:۔ ۱۳۲۹ھ میں کسی صاحب نے مختلف فیہ مسائل کے سلسلہ میں مولانا عبدالماجد بدایونی سے ۲۰/ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء کیا (استفتاء میں سائل کا نام درج نہیں ہے) ان سوالات کے جواب میں مولانا بدایونی نے ایک مفصل فتویٰ تحریر کیا، جس پر بدایوں کے مندرجہ ذیل اکابر علماء نے تصدیقی دستخط فرمائے:۔

(۱) سیدنا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر قادری بدایونی (زیب سجادہ آستانہ قادریہ)

(۲) استاذ العلماء مولانا محبّ احمد قادری بدایونی (تلمیذ حضرت تاج الفحول و صدر مدرس مدرسہ شمسیہ بدایوں)

(۳) حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی (مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں)

(۴) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قادری مقتدری بدایونی (مدرس و مفتی مدرسہ قادریہ بدایوں)

(۵) حضرت مولانا حافظ بخش قادری آنولوی (تلمیذ حضرت تاج الفحول مدرس مدرسہ محمدیہ بدایوں)

(۶) حضرت مولانا سید دیانت حسین قادری (مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں)

(۷) حضرت مولانا یونس علی صاحب محدث بدایونی

یہ فتویٰ مع تصدیقات ''فتوائے جوازعرس'' کے نام سے شعبان ۱۳۲۹ھ میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ یہ ۱۶؍صفحات کا رسالہ تھا، اس کے رد میں جماعت غیر مقلدین کے سرگرم رکن مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی نے اپنے رسالے ''السعید'' میں ایک طویل مضمون شائع کیا۔

ابوالقاسم بنارسی صاحب مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد سعید بنارسی کے بیٹے تھے، مولانا محمد سعید ضلع گجرات پنجاب کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، نوجوانی میں اسلام قبول کیا، میاں نذیر حسین دہلوی کی صحبت میں رہے اور بعد میں ''محدث بنارسی'' کے لقب سے مشہور ہوئے، مولانا ابوالقاسم بنارسی نے اپنے والد کے نام کی نسبت سے ''السعید'' کا اجراء کیا، یہ کوئی ماہنامہ یا ہفت روزہ نہیں تھا بلکہ اس کو کتابی سلسلہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ یہ عموماً ۱۶؍صفحات کا ہوا کرتا تھا۔ ''فتویٰ جوازعرس'' کا جواب بنارسی صاحب نے ''السعید'' کے شمارہ نمبر۲ (ٹریکٹ ۲) میں دیا تھا، یہ شمارہ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ میں مطبع سعید المطابع بنارس سے شائع ہوکر منظر عام پر آیا۔

القول السدید :۔ بنارسی صاحب کے ''السعید'' کے جواب میں مولانا بدایونی نے رسالہ القول السدید تحریر فرمایا، یہ ۴۰؍صفحات کا رسالہ ہے جو ۱۳۳۰ھ میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ القول السدید کے جواب میں ابوالقاسم بنارسی صاحب نے ایک ۸ ورقی کتابچہ ''الصول الشدید'' لکھ کر شائع کیا، اس کے جواب میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قادری بدایونی (مدرس مدرسہ قادریہ بدایوں) نے ''التہدید لمصنف الصول الشدید'' کے نام سے ۳۶ صفحات کا ایک رسالہ تحریر فرمایا جو محرم ۱۳۳۱ھ کو نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ معلوم نہیں اس کے جواب میں بنارسی صاحب نے کچھ لکھا یا سکوت اختیار کیا۔

آج سے ایک صدی قبل اختلافی اور نزاعی مسائل میں جس قسم کا مناظرانہ اسلوب برتا جاتا تھا اس سے وہ اہل علم بخوبی واقف ہوں گے جو قدیم مناظرتی ادب کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ القول السدید کے مصنف نے بھی اسی عہد میں نشو ونما پائی تھی لہٰذا ان کی تحریر میں بھی

اگرو ہی مناظرانہ اسلوب برتا گیا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، اور پھر مولانا ابوالقاسم بنارسی نے ''السعید'' میں جو اسلوب اور لب ولہجہ استعمال کیا تھا القول السدید میں بھی اسی اسلوب میں ترکی بترکی جواب دیا گیا ہے۔ ان دونوں رسالوں کی تخریج و تحقیق اور جدید ترتیب کا فریضہ عزیز گرامی مولانا دلشاد احمد قادری (مدرس مدرسہ قادریہ بدایوں) نے انجام دیا ہے۔

تخریج و تحقیق کے سلسلہ میں چند باتیں قابل ذکر ہیں:-

(۱) اس عہد کے عام رواج کے مطابق دونوں رسالوں میں عربی و فارسی عبارتوں کا اردو ترجمہ درج نہیں کیا گیا تھا، اب جدید اشاعت میں عبارتوں کے ساتھ ان کا اردو ترجمہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔

(۲) بعض احادیث اور عبارتوں کے ابتدائی الفاظ لکھ کر ''الخ'' کے ذریعہ ان کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، ایسے مقامات پر اصل مراجع کی طرف رجوع کر کے مکمل عبارتیں درج کر دی گئی ہیں۔

(۳) حتی الامکان آیات، احادیث اور علماء کی عبارتوں کی تخریج کر دی گئی ہے۔

(۴) بعض جگہ حسب ضرورت مفید حواشی بھی درج کئے گئے ہیں، یہ یا تو کسی حدیث کی تخریج کے ضمن میں اس کی صحت وضعف کے سلسلے میں ہیں یا پھر زیر بحث مسئلہ کو مزید دلائل سے آراستہ کرنے کے لئے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مفید و نافع بنائے اور اس کتاب کے مصنف، محقق اور ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے، (آمین)۔

اسید الحق محمد عاصم قادری	۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ
مدرسہ قادریہ بدایوں	۱۵ر ستمبر ۲۰۰۸ء

مولانا عبدالماجد بدایونی: شخصیت اور خدمات

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی (م۱۲۸۹ھ) کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے، دین وسنیت کے حوالے سے آپ کی خدمات ہماری تاریخ کا ایک زریں باب ہیں، آپ کے دو صاحبزادے تھے ، بڑے صاحبزادے مولانا محی الدین قادری عثمانی (م۱۲۷۰ھ) اور دوسرے صاحبزادے تاج الفحول مولانا عبدالقادر محبّ رسول قادری بدایونی (م۱۳۱۹ھ) مولانا محی الدین قادری کے صاحبزادے مولانا حکیم مرید جیلانی (م۱۲۹۷ھ) تھے، اور ان کے صاحبزادے مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری بدایونی (م۱۳۱۷ھ) تھے۔ حکیم عبدالقیوم قادری کے دو صاحبزادے تھے ایک مجاہد آزادی مولانا حکیم عبدالماجد قادری بدایونی اور دوسرے صاحبزادے مجاہد ملت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی (م۱۳۹۰ھ) صدر جمعیۃ علماء پاکستان۔

ولادت، تعلیم، بیعت:- حضرت مولانا ابو المنظور حکیم عبدالماجد قادری بدایونی کی ولادت ۴؍شعبان ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۸؍اپریل ۱۸۸۷ء کو مولوی محلّہ بدایوں میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حضرت مولانا عبدالمجید مقتدری آنولوی اور حضرت مولانا مفتی ابراہیم صاحب قادری بدایونی سے حاصل کی، درس نظامی کی منتہی کتابیں استاذ العلماء حضرت مولانا محبّ احمد قادری بدایونی سے پڑھیں اور تکمیل حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر

قادری بدایونی قدس سرہٗ سے فرمائی۔ بعض اسباق والد گرامی حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم شہید اور جد محترم تاج الفحول محبّ رسول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی قدس سرہ سے بھی سماعت کئے۔ ۱۳۲۰ھ میں حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی نے سند فراغت عطا فرمائی۔ اس کے بعد دو سال دہلی میں رہ کر حکیم غلام رضا خاں کے پاس طب کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۲ھ میں حکیم صاحب نے سند فراغت سے نوازا جس پر مسیح الملک حکیم اجمل خاں نے بھی دستخط کئے۔

جب حضرت تاج الفحول نے سیدنا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی قدس سرہ کو اجازت و خلافت سے نوازا تو مولانا حکیم عبدالقیوم شہید صاحب نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالماجد بدایونی کو سیدنا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی کے دست حق پرست پر بیعت کروا دیا۔ بعد میں پیرو مرشد نے آپ کو تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

مدرسہ شمس العلوم کا احیاء اور جدید کاری:-

حضرت مولانا عبدالماجد قادری بدایونی قدس سرہٗ کے والد ماجد نے ۱۳۱۷ھ میں جامع مسجد شمسی بدایوں میں مدرسہ شمسیہ کی بنیاد رکھی استاذ العلماء علامہ محبّ احمد قادری علیہ الرحمہ اس کے پہلے صدر مدرس منتخب ہوئے۔ ۱۱ رصفر ۱۳۱۷ھ/ ۲۲ رجون ۱۸۹۹ء میں مدرسہ کا تاسیسی جلسہ ہوا جس میں حضور تاج الفحول سیدنا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی، حافظ بخاری سید شاہ عبدالصمد چشتی، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حضرت مولانا محدث سورتی علیہم الرحمہ نے شرکت فرمائی۔ ابتداءً چند برسوں تک اس مدرسہ نے نمایاں خدمات انجام دیں بعد میں یہ گردشِ زمانہ کا شکار ہوا۔ مولانا عبدالماجد بدایونی نے میدانِ عمل میں قدم رکھنے بعد مدرسہ کی طرف توجہ مبذول کی اور از سر نو اس کی آبیاری فرمائی۔ شہر کے درمیان ایک وسیع زمین حاصل کر کے ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ/ ۲۸ رجنوری ۱۹۱۷ء کو ایک وسیع عمارت کی بنیاد رکھی اور مدرسہ کا نام مدرسہ شمسیہ سے بدل کر دار العلوم شمس العلوم تجویز کیا چند سال میں

ایک پرشکوہ عمارت کی تعمیر ہوگئی۔ عمارت کی تکمیل کے بعد یہ مدرسہ جامع مسجد شمسی سے منتقل ہوکر جدید عمارت میں قائم ہوگیا۔ مدرسہ کی عمارت کے قریب ہی شاندار دارالاقامہ تعمیر کیا گیا۔ ریاست حیدرآباد، رامپور اور بھوپال سے مدرسہ کے لئے امداد جاری ہوئی۔ مدرسہ کی تعلیم کا معیار بلند ہوگیا۔ درس نظامی کے علاوہ مولوی، عالم، فاضل اور منشی وغیرہ کے امتحانات میں بھی طلبہ شریک ہونے لگے۔ پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں......

> ''جلد ہی مدرسہ شمس العلوم نے ملک کی دینی درسگاہوں میں ایک ممتاز مقام حاصل کرلیا۔ ملک کے مختلف حصوں اور علاقوں سے طلبہ تحصیل علم کے لئے آنے لگے۔ لائق اور محنتی علماء بہ حیثیت مدرسین اور اساتذہ مدرسہ سے وابستہ ہو گئے۔ دستار بندی کے موقع پر نہایت شاندار جلسے منعقد ہوتے ان جلسوں میں تمام ہندوستان کے ممتاز اور مشہور علماء شریک ہوتے''۔

(مجلّہ بدایوں، کراچی، مئی ۱۹۹۶ء، ص:۴۸)

مدرسہ میں ایک عظیم الشان لائبریری قائم کی گئی جس میں مختلف علوم وفنون کی سیکڑوں کتابیں جمع کی گئیں۔ یہ لائبریری ہزار شکست وریخت کے باوجود آج بھی اپنی اہمیت رکھتی ہے۔ مدرسہ سے ایک ماہنامہ کا اجرا کیا گیا جو ابتداء میں مذاکرہ علمیہ کے نام سے شائع ہوا اور بعد میں ''ماہنامہ شمس العلوم'' کے نام سے جاری رہا۔ یہ ماہنامہ حضرت مولانا عبدالماجد بدایونی صاحب کی وفات تک جاری رہا۔

مذہب ومسلک کی اشاعت کے لئے مدرسہ کے زیر انتظام مطبع قادری کے نام سے ایک پریس لگوائی گئی جس سے اکابرین آستانہ قادریہ اور علماء بدایوں کی تصانیف کے ساتھ ساتھ دیگر علماء اہل سنت کی علمی تحقیقی اور دعوتی واصلاحی کتب ورسائل شائع کئے گئے۔

قومی و سیاسی خدمات - مولانا نے اپنے زمانے کی تمام اہم قومی، ملی

اور سیاسی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ مجلس خدام کعبہ (۱۹۱۲ء)، خلافت کمیٹی (۱۹۱۹ء)، جمعیۃ العلماء (۱۹۱۹ء) تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء)، تحریک تبلیغ (۱۹۲۲ء) تحریک تنظیم (۱۹۲۴ء)، مسلم کانفرنس (۱۹۲۹ء) ہر تحریک میں ایک فعال کارکن، مشیر خصوصی، مخلص کارگزار اور اس تحریک کے مبلغ و واعظ کے طور پر شریک رہے، مدتوں صوبائی خلافت کمیٹی کے صدر رہے، انڈین نیشنل کانگریس کے رکن رہے۔ (ڈاکٹر شمس بدایونی: مضمون ''مولانا عبدالماجد بدایونی''، مطبوعہ معارف اعظم گڑھ، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۲۹۳) گڑھ، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۲۹۳)

سید سلیمان ندوی مولانا کے قائدانہ کردار کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> ''خدام کعبہ، طرابلس، بلقان، کانپور، خلافت، کانگریس، تبلیغ، مسلم کانفرنس، یہ وہ تمام مجالس ہیں جو ان کے خدمات سے گراں بار ہیں''۔ (معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۳۲ء)

مولانا عبدالماجد بدایونی نے خلافت کمیٹی کے اجلاس بمبئی، اجلاس ناگپور اور اجلاس کلکتہ سمیت کئی جلسوں کی صدارت کی۔ مجلس خلافت نے شریف حسین اور ابن سعود کے تنازع کا جائزہ لینے اور ان کے درمیان تصفیہ کا ماحول پیدا کرنے کے لئے ایک وفد حجاز بھیجا جس میں مولانا عبدالماجد بدایونی بھی ایک اہم رکن کی حیثیت سے شریک ہوئے اور حجاز ومصر کا دورہ فرمایا۔ (اس وفد خلافت کی نوعیت، کارکردگی اور نتائج کا تذکرہ تفصیل طلب ہے، فی الحال ہم اس کو قلم انداز کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل جاننے کے لئے دیکھئے:

۱۔ نگارشات محمد علی: مرتبہ رئیس احمد جعفری، ادارۂ اشاعت اردو حیدرآباد دکن ۱۹۴۴ء

۲۔ تاریخ نجد وحجاز: مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ص: ۲۴۷ تا ۲۵۸، رضوی کتاب گھر طبع چہارم ۲۰۰۰ء

۳۔ سید سلیمان ندوی حیات اور ادبی کارنامے: ڈاکٹر سید محمد ہاشم، ص: ۱۲۶-۱۲۷، علیگڑھ، ۱۹۹۵ء

مولانا ایک ہمہ جہت اور سیماب صفت شخصیت کے مالک قائد و رہنما تھے۔ ہر وقت

کسی نہ کسی مسلکی، قومی یا سیاسی کام کی دھن میں رہتے تھے۔ آپ اپنی تمام تر صلاحیتیں اور اوقات خدمت دین کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''جماعت علماء میں یہی ایک ہستی تھی جس کی زندگی کے ایک لمحہ کو بھی کسی وقت چین نصیب نہ ہوا۔ ہر وقت اور ہر نفس ان کو کام کی ایک دھن لگی ہوئی تھی جس کے پیچھے ان کا آرام چین، اہل وعیال اور جان و مال ہر چیز قربان تھی۔ یہ سماں بھی گذرا ہے کہ ان کے گھر میں کفن دفن کا سامان ہو رہا ہے اور وہ مردہ قوم کی مسیحائی کے لئے کانپور و لکھنؤ کی تگ و دو میں مصروف ہیں''۔ (معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۳۲ء)

مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر ''سچ'' اپنے تعزیتی مضمون میں لکھتے ہیں:۔

''جس تحریک میں شریک ہوئے دل و جان، شغف و انہماک، مستعدی و سرگرمی سے شریک ہوئے۔ جس کام کو ہاتھ لگایا اس میں جان ڈال دی، زندگی کے آخری ۱۱-۱۲/ سال کا ہر گھنٹہ بلکہ کہنا چاہیے ہر منٹ قومیات کے لئے وقف تھا، سکون و راحت کا کوئی زمانہ نہ تھا۔ مسلسل علالتوں اور پیہم خانگی صدمات کے باوجود کام کے پیچھے دیوانے تھے اور ایک جگہ بیٹھنا تو جانتے ہی نہ تھے۔ تیز بخار چڑھا ہوا ہے اور حجاز کانفرنس کے اہتمام میں مصروف، سینہ میں درد ہو رہا ہے اور امین آباد پارک میں محفل میلاد ڈھائی ڈھائی تین تین گھنٹہ تک بیان ہو رہا ہے۔ شانہ میں ورم، ہاتھ جھولے میں پڑا ہوا ہے لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ مجلس تنظیم کی مجلس عاملہ میں شرکت نہ ہو؟ والدہ ماجدہ نزع میں اور مولانا کانپور میں تقریر کر رہے ہیں۔ بیوی کی آخری سانسوں کی اطلاع آ رہی ہے اور آپ ہیں کہ دہلی کی جامع مسجد میں

خود رو رو کر دوسروں کو رلا رہے ہیں۔ کل لکھنؤ تھے، آج کلکتہ پہنچ گئے، عید کا چاند لاہور میں دیکھا تھا نماز آ کر میرٹھ میں پڑھی، صبح پٹنہ میں تھے شام کو معلوم ہوا کہ دکن کے راستہ میں ہیں۔ عجیب و غریب مستعدی تھی عجیب تر ہمت مردانگی''۔ (سچ ۲۵/دسمبر ۱۹۳۱ء)

پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:-

''مولانا عبد الماجد نہایت ذہین عالم اور بے مثل مقرر تھے، انھوں نے تحریکِ خدام کعبہ، خلافت کمیٹی، مسلم کانفرنس اور جمیعۃ العلماء سب میں حصہ لیا۔ وہ علی برادران کے دست راست تھے، انھوں نے تمام ملک کو چھان مارا اور ملک کی سیاسی بیداری میں نمایاں کردار ادا کیا۔ برصغیر کی سیاست میں ان کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ انھوں نے شدھی اور سنگٹھن کے زمانے میں آگرہ اور بھرت پور کے علاقہ میں ایک جماعت بھیجی، ان کے بعض متوسلین نے آگرہ میں ڈیرے جما دیئے اور ایک رسالہ نکالا''۔

(مقالہ ''عہد برطانیہ میں علماء بدایوں کے سیاسی رجحانات'': ماہنامہ مجلّہ بدایوں کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۹۴ء)

اسی مقالہ میں آگے لکھتے ہیں:-

''مولانا عبد الماجد کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے زمانے میں کام کرنے والوں کی ایک جماعت پیدا کر دی، جس نے ان کے بعد مذہبی اور سیاسی میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں''۔ (مرجع سابق)

محترم ضیاء علی خاں بدایونی نے اپنی کتاب ''ہست و بود'' میں فرزندان بدایوں کی قومی اور سیاسی جد و جہد کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب کے چند متعلقہ اقتباسات ہدیۂ قارئین ہیں جن سے مولانا عبد الماجد بدایونی کی قومی اور سیاسی خدمات پر روشنی پڑتی ہے۔

بدایوں میں خلافت کمیٹی کا قیام :- جولائی ۱۹۱۹ء میں مولانا محمد علی جوہر نے خلافت کمیٹی قائم کی جس کا مقصد ترکوں پر کئے گئے انگریزوں کے مظالم اور زیادتیوں کو بے نقاب کرنا تھا۔ مولانا عبدالماجد بدایونی اس کے سرگرم رکن تھے۔ ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ملک بھر کے مسلمان جوق در جوق اس میں شامل ہو گئے۔ (ہست وبود، ص:۱۹۱- مطبوعہ بدایوں بار اول ۱۹۸۷ء)

جمعیۃ علماء ہند :- نومبر ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کا انعقاد عمل میں آیا۔ انجمن خدام کعبہ اور انجمن خدام الحرمین قائم ہوئی، بدایوں کے علما ان میں پیش پیش رہے۔ مولانا عبدالماجد بدایونی جمعیۃ علماء ہند کے بانیوں میں تھے اور حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب بدایونی، خواجہ نظام الدین صاحب بدایونی نیز مولانا قدیر بخش صاحب بدایونی اس کے خصوصی رُکن تھے۔ (مرجع سابق)

جمعیۃ علماء کانپور :- ادھر جمعیۃ علماء ہند نے کانگریس میں شمولیت کا اعلان کیا اُدھر بعض علماء نے کانگریس سے سیاسی نظریات میں اختلاف کے سبب جمعیۃ سیاسی نظریات میں اختلاف کے سبب جمعیۃ سے علیحدگی اختیار کر کے دوسری جمعیۃ علماء ہند کی تشکیل شروع کر دی۔ مولانا خواجہ نظام الدین صاحب نے تحریر کیا ہے کہ ''علی برادران، مولانا حسرت موہانی، حضرت اقدس مولانا عبدالقدیر بدایونی اور حضرت مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی جیسے رہنمایانِ آزادی جمعیۃ سے دور ہوتے گئے اور جمعیۃ علماء ہند کانپور مقابل میں رونما ہوئی۔ حضرت اقدس (مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب) جو صوبہ جمعیۃ کے صدر تھے حضرت مولانا عبدالماجد بدایونی، حضرت مولانا نثار احمد صاحب کانپوری اور حضرت مولانا شاہ فاخر صاحب کے بعد جمعیۃ کانپور کے صدر تجویز کئے گئے''۔ (مرجع سابق، ص:۱۹۸)

مذہبی مناظروں کا زمانہ : ہنوز یہ سلسلہ جاری تھا کہ ہندوستان کی

سیاست میں اچانک تبدیلی واقع ہوئی، ہندو مسلم اتحاد ختم ہوگیا۔ اس کا اثر بدایوں ضلع پر بھی پڑا، آریوں اور مسلمانوں نیز عیسائیوں اور مسلمانوں سے مذہبی مناظرے ہونے لگے۔ ان مناظروں میں بدایوں کے جن علماء نے حصہ لیا ان میں مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی، مولانا قطب الدین برہمچاری سہسوانی اور مولوی عبدالحق صاحب بدایونی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ اسی دوران شدھی سنگٹھن کا زور ہوا، تبلیغی تحریک نے شدت اختیار کی، چودھری بدن سنگھ اور بابو دھرم پال صاحب نے شدھی سنگٹھن کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مولانا عبدالماجد صاحب اور مولوی ادریس خاں صاحب نے تبلیغی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ (مرجع سابق)

بدایوں میں تبلیغی کانفرنس:- مولانا عبدالماجد صاحب نے گاندھی جی سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد ۱۹۲۳ء میں بدایوں میں تبلیغی کانفرنس بلائی، جس کا اجلاس چراغ علی شاہ کے تکیے میں منعقد ہوا۔ کلکتہ کے سر عبدالرحیم صاحب نے اس جلسہ کی صدارت فرمائی۔ (مرجع سابق، ص: ۲۰۰)

مولانا بدایونی جمیعۃ تبلیغ اسلام کے صوبائی صدر تھے، تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں مولانا کی خدمات اس قدر نمایاں اور قابل ذکر ہیں کہ اس کا اعتراف نواب محمد اسماعیل خاں مرحوم صدر پراونشل خلافت کمیٹی نے اپنے خطبۂ صدارت میں کیا ہے، ۷/۸/اپریل ۱۹۲۱ء کو میرٹھ میں نواب محمد اسماعیل خاں مرحوم کی زیر صدارت آل انڈیا خلافت کانفرنس منعقد ہوئی، اپنے خطبۂ صدارت میں نواب صاحب فرماتے ہیں:۔

''اس مقام پر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ تبلیغ کی تمام سعی اور وفود کو کامیاب بنانے کا کلی مرحلہ صرف حضرت صدر شعبۂ تبلیغ، قوم کے محترم رہنما مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی کی مسلسل و مستقل کوششوں اور فقط ان کے فیض زبان اور زور بیان کا نتیجہ ہے، جن کے وجود کو قدرت نے ہمارے لئے اس وقت ایک نعمت بنا دیا ہے'' (خطبۂ صدارت نواب

محمد اسماعیل خاں: ص ۶، شانتی پریس میرٹھ ۱۹۲۱ء)

مولانا عبدالماجد بدایونی کی قومی اور سیاسی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے معتمد خاص اور تمام تحریکات میں ان کے ہم سفر مولانا عبدالصمد مقتدری بدایونی (نائب ناظم جمعیۃ علماء ہند صوبہ متحدہ) تحریر فرماتے ہیں:-

''دُنیا جانتی ہے کہ کلکتہ کے اسپیشل اجلاس کانگریس وخلافت میں تحریک ترک موالات کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے کیا کچھ نہ کیا اور جس وقت ترک موالات کا تصور کرتے ہوئے بھی دل و دماغ لرزتے تھے اس وقت آپ خلافت کانفرنس کے اسٹیج پر بحیثیت صدر ترک موالات کو مذہبی وقومی، ملی وملکی فرض بتا کر قوم وملک کو عمل پیرا ہونے کی دعوت دے رہے تھے اور یہ جذبۂ حریت صرف قول تک محدود نہ رہا بلکہ مردانہ وار آپ اس میدان میں اترے اور سرزمین ہند کا چپہ چپہ آپ نے چھان مارا۔ کانگریس سول نافرمانی کی تحقیقاتی کمیشن میں بھی مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم اور پنڈت موتی لال نہرو آنجہانی کے ہمراہ مسلسل شریکِ سفر رہ کر دنیا کو اپنا جذبۂ حریت مسلم کرا دیا۔ (مقدمہ ''پارہائے جگر'' ص: ۴-۵، مطبوعہ ادبی پریس لکھنؤ ۱۹۳۱ء)

مشہور کانگریسی لیڈر بابو رگھوویر سہائے لکھتے ہیں:-

''مولانا عبدالماجد بدایونی نے خلافت کے سمبندھ (سلسلہ) میں اپنے جوشیلے بھاشڑوں (تقریروں) دوارا (کے ذریعہ) دیش ویاپی کھیاتی (ملک گیر شہرت) حاصل کر لی تھی اور گاندھی جی وعلی برادران کے نکٹ سمپرک (قریبی رابطے) میں آ گئے تھے۔ انھیں کے آگرہ (درخواست) پر مہاتما گاندھی جی پہلی بار ۱/ مارچ سن ۱۹۲۱ء

میں مولانا شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، کستوربا گاندھی، سید محمد حسین سیکریٹری پرانتیہ (صوبائی) خلافت کمیٹی یوپی، مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی، مولانا نثار احمد کانپوری کے ساتھ پدھارے (آئے)''۔

(بدایوں ضلع کے سوتنتر تا سنگرام کا اتہاس 1947-1919 (ہندی) ص ۲۴، مطبوعہ ضلع ناگرک پریشد بدایوں ۱۹۷۴ء)

مولانا عبدالماجد بدایونی جس تحریک میں شریک ہوئے قائدانہ حیثیت سے شریک ہوئے۔ بے شمار اجلاسوں اور کانفرنسوں کی صدارت کی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر وغیرہ کی موجودگی میں کسی اجلاس کی صدارت صدر اجلاس کی عظمت و رفعت مقام کی دلیل ہے۔ ایک سرسری تلاش کے بعد مولانا عبدالماجد بدایونی کی صدارت میں منعقد ہونے والے جن اجلاس یا کانفرنسوں کا پتہ لگا ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ خلافت کانفرنس ناگپور ۱۹۲۰ء

۲۔ خلافت کانفرنس بمبئی ۱۹۲۱ء

۳۔ خلافت کانفرنس کلکتہ

۴۔ بہار ڈویزنل خلافت کانفرنس پٹنہ ۱۳۳۹ھ

۵۔ خلافت کانفرنس ضلع بیلگام کرناٹک ۱۳۳۹ھ

۶۔ اجلاس جمعیۃ علماء صوبہ راجستھان ۱۳۴۲ھ

۷۔ اجلاس خلافت کمیٹی بسلسلۂ افتتاح شعبۂ تبلیغ، میرٹھ ۱۳۳۸ھ

مولانا بدایونی کی عملی اور تحریکی زندگی اور مذہبی و قومی جدوجہد کا اندازہ ان عہدوں اور مناصب سے بھی لگایا جا سکتا ہے جن کو مولانا نے مختلف اوقات میں زینت بخشی۔ یہاں ہم ایک سرسری خاکہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں جس سے مولانا کی وسیع تر خدمات اور قائدانہ حیثیت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

۱۔ مہتمم مدرسہ شمس العلوم بدایوں

۲۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ شمس العلوم بدایوں

۳۔ ناظم جمعیۃ علماء ہند صوبہ متحدہ

۴۔ رکن مرکزی مجلسِ خلافت

۵۔ صدر مجلس خلافت صوبہ متحدہ

۶۔ صدر خلافت تحقیقاتی کمیشن

۷۔ رکن وفد خلافت برائے حجاز

۸۔ رکن مجلس عاملہ مسلم کانفرنس

۹۔ رکن انجمن خدام کعبہ

۱۰۔ رکن انڈین نیشنل کانگریس

۱۱۔ صدر جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ آگرہ و اودھ

۱۲۔ بانی رکن مجلس تنظیم

۱۳۔ بانی رکن جمعیۃ علما ہند کانپور

۱۴۔ بانی و مہتمم مطبع قادری بدایوں

۱۵۔ بانی و سرپرست عثمانی پریس بدایوں

۱۶۔ بانی دار التصنیف بدایوں۔

خطابت ۔ حضرت مولانا عبد الماجد بدایونی ان تمام گوناگوں خوبیوں کے ساتھ ایکساتھ ایک شعلہ بیان خطیب بھی تھے۔ محفل میلاد ہو یا مجلس محرم، عرس کی محفل ہو یا بزم مناظرہ، سیاسی جلسہ ہو یا قومی کانفرنس ہر جگہ مولانا کی خطابت کی گونج سنائی دیتی تھی۔ شعلہ بیانی اور ولولہ انگیزی آپ پر ختم تھی مولانا کا یہ ایسا وصف تھا کہ اس کا اعتراف ان کے تمام معاصرین نے بیک زبان کیا ہے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:۔

''مرحوم کی قوت خطابت غیر معمولی تھی ان کی تقریر جذباتِ اسلامی کی ترجمان ہوتی تھی''۔ (معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۳۲ء)

مولانا عبدالماجد دریابادی نے بھی مولانا کی اس خوبی کا اعتراف کیا ہے:۔

''تقریر اور موثر تقریر ہر موضوع پر کہہ سکتے تھے اور سیاسی اور عام مذہبی عنوانات پر بھی دلوں کو دہلا دیتے اور مجلس کو لٹا دیتے تھے، حبیب رب العالمین (ﷺ) کا ذکر پاک کرنے اٹھتے تو آپ میں نہ رہتے، بلبل کی طرح بولتے اور چہکتے اور شاخ گل کی طرح جھومتے اور لچکتے، خطابت لپٹ لپٹ کر بلائیں لیتی اور خوش بیانیاں مست ہو کر منھ چومتی، ایک ایک فقرہ معلوم ہوتا تھا کہ عشق و محبت کے سانچے میں ڈھلا ہوا اور ایک ایک جملہ نظر آتا تھا کہ سنوار گزار کے عطر میں بسا ہوا نکلتا ہے''۔ (سچ ۲۵؍دسمبر ۱۹۳۱ء)

سید حسن ریاض ایڈیٹر ''ہمت'' (بلند شہر) مولانا کی خطابت کے سلسلہ میں اپنے عینی مشاہدات ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

''میں نے مولانا کی تقریر اتنی مرتبہ سنی ہے کہ مجھے صحیح شمار نہیں، مولانا تقریر کرتے تھے؟ جادو کرتے تھے ابتداءً آہستہ آہستہ رک رک کر چند شکستہ جملے اس زبان سے ادا ہوتے گویا کسی نے سوتے سے اٹھا دیا ہے ابھی خیالات مجتمع بھی نہیں، یہ بھی معلوم نہیں کہ کہنا کیا ہے نئے آدمیوں کو ذرا مایوسی ہوتی تھی اکثر لوگ بے صبری سے یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ ''ذرا زور سے'' مگر جو جانتے تھے اس سکون کو ایک طوفان کا پیش خیمہ سمجھتے تھے۔ میں نے بڑے بڑے جلسوں میں بھی مولانا مرحوم کی تقریریں سنی تھیں مگر کسی کو یہ شکایت کرتے نہیں سنا کہ ہمیں آواز نہیں آئی۔ آہ میری آنکھوں

نے وہ منظر کتنی بار دیکھا ہے۔ ابتدائی شکستہ اور بے ربط جملے ختم ہوئے، کسی نے سنے کسی نے نہ سنے اب مولانا کو ہوش آگیا ذرا وقار کے ساتھ کھڑے ہو کر لوگوں کو عنوان تقریر سے آگاہ کیا، مگر ابھی الفاظ پر ارادہ کا قابو ہے متعلقہ واقعات بیان ہو رہے ہیں، استدلال کیا جا رہا ہے، آواز بلند ہو چکی ہے سب خاموش ہیں اور ہمہ تن گوش کہ یکا یک اس بحر خطابت میں جوش آیا، شانوں سے عباڈھلکنے لگی، اب ایک جگہ قرار نہیں، سارا اسٹیج پامال ہے، عمامہ کے پیچ کھل کھل کر شانوں پر آپڑے ہیں وہ دعویٰ پیش ہو رہا ہے جس کو حق سمجھ کر آج منبر پر آئے ہیں پندرہ پندرہ، بیس بیس منٹ مسلسل ایک روانی اور جوش اور قوت کے ساتھ اس سرچشمۂ بلاغت سے اس طرح ادب ابلتا تھا کہ مجھے اس مرصع، مزین اور پر تکلف آمد پر ہمیشہ حیرت ہوتی''۔

(مولانا عبدالماجد مرحوم کی خطابت: مشمولہ ''تواریخ وصل وانتقال''
ص: ۳۳-۳۴، مطبوعہ ادبی پر لکھنؤ ۱۳۵۰ء، ۱۹۳۱ء)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

''اس جوش وخروش کے بعد پھر مولانا کی تقریر میں سکون پیدا ہوتا اور عموماً ذرا آگے جھک کر یا کسی چیز پر ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ اطمینان سے جلسہ کو معاملات سمجھاتے۔ مضبوط دلائل پیش کرتے اور اپنے استدلال کی قوت پر اعتماد کر کے پھر لوگوں سے سوال کرتے، میں نے دیکھا ہے کہ ان کے وہ سوالات جو اس لئے ہر گز نہ ہوتے تھے کہ کوئی جواب دے، دلائل سے زیادہ لوگوں کو مطمئن کر دیتے تھے''۔

(مرجع سابق، ص: ۳۵)

معروف محقق ونقاد آل احمد سرور مولانا کی خطابت کے بارے میں اپنا مشاہدہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''مولانا عبدالماجد بدایونی صرف مقرر ہی نہیں خطیب بھی تھے، تقریر شروع کرتے تو اتنی آہستہ کہ چند جملے سمجھ میں نہ آتے، پھر رفتہ رفتہ آواز بلند ہوتی جاتی اور آواز کی بلندی کے ساتھ وہ ادھر اُدھر مڑ جاتے یہاں تک کہ وہ گھوم گھوم کر لفظوں کا ایک آبشار گراتے جاتے اور لوگ جا بجا اللہ اکبر کے نعروں سے ان کا ساتھ دیتے رہتے'' (خواب باقیکا ایک آبشار گراتے جاتے اور لوگ جا بجا اللہ اکبر کے نعروں سے ان کا ساتھ دیتے رہتے''۔ (خواب باقی ہیں، ص ۲۶، ۲۷، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، طبع دوم ۲۰۰۰ء)

ضیاء علی خاں اشرفی مولانا کے انداز خطابت کے بارے میں لکھتے ہیں:-

''تقریر بے نظیر کرتے تھے، دوران تقریر عمامہ کے بل کھل جاتے تھے اور عباء کے دامن ہوا میں لہرانے لگتے تھے، سامعین پر عجیب و غریب کیفیات طاری ہو جاتی تھیں، کبھی جلسہ کشت زعفران بن جاتا اور کبھی مجلس عزاء، کبھی قہقہے بلند ہوتے اور کبھی آہ و بکا کا شور اُٹھتا تھا''۔

(مردانِ خدا- ص:۳۵۸، شوقین بکڈ پو بدایوں ۱۹۹۸ء)

ماہر القادری مدیر ''فاران'' مولانا عبدالماجد صاحب کی خطابت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''مولانا عبدالماجد بدایونی مرحوم تقریر و خطابت میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا آزاد سبحانی کی صف میں شمار ہوتے تھے ان کے وعظ و تقریر کی سارے زمانے میں دھوم تھی''۔ (یاد رفتگاں، ج: ۲، ص:

۲۲۔مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۲۰۰۰ء)

فی الحال مولانا کے جو خطبات دستیاب ہو سکے وہ درج ذیل ہیں:-

۱۔ خطبۂ صدارت: بہار ڈویژنل خلافت کانفرنس پٹنہ ۱۳۳۹ھ،
مشمولہ ''المکتوب'' ۱۳۳۹ھ، مشمولہ ''المکتوب''۔

۲۔ خطبۂ صدارت: خلافت کانفرنس ضلع بیلگام کرناٹک ۱۳۳۹ھ، مشمولہ ''المکتوب''۔

۳۔ خطبۂ صدارت: اجلاس جمعیۃ علماء منعقدہ اجمیر ۱۳۴۲ھ،
مطبوعہ تبلیغ پریس آگرہ: صفحات ۲۴

۴۔ تقریر: اجلاس آل انڈیا کانگریس، منعقدہ احمد آباد ۱۹۲۱ء،
مشمولہ ''اوراق گم گشتہ''، مرتبہ: رئیس احمد جعفری، محمد علی اکیڈمی لاہور۔

۵۔ تقریر: بسلسلہ تبلیغ خلافت و ترک موالات: بمقام کاسگنج ضلع ایٹہ
مطبوعہ بعنوان ''ازالۂ شکوک'' مرتبہ: محمد عبدالحیٔ ایڈیٹر اخبار تبلیغ، تبلیغ پریس آگرہ۔

۶۔ خطبۂ صدارت: بموقع افتتاح شعبۂ تبلیغ و بعث وفود، بمقام میرٹھ ۱۳۳۸ھ،
مطبوعہ بعنوان ''فصل الخطاب'' شانتی پریس میرٹھ ۱۹۲۰ء۔

قلمی خدمات - مولانا عبدالماجد بدایونی اپنی ان گوناگوں سیاسی، قومی اور تحریکی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی شغف رکھتے تھے۔ مولانا نے مذہبیات، درسیات اور سیاسیات ہر موضوع پر قلم اُٹھایا اور تصنیفات کا ایک قابل قدر ذخیرہ چھوڑا۔ مولانا کا اسلوب شگفتہ اور مزاج محققانہ ہے، قلم رواں دواں اور رشتہ ہے، تحریر پر خطابت کا رنگ غالب ہے۔ مولانا کی زیر ادارت ماہنامہ شمس العلوم نکلتا تھا جس میں بحیثیت مدیر آپ ہر ماہ کچھ نہ کچھ تحریر کیا کرتے تھے، اس کے علاوہ ۲۰ سے زائد کتب و رسائل مولانا کی علمی و قلمی یادگار کے طور پر آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ یہاں ہم صرف کتابوں کے نام پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) خلاصۃ المنطق (۲) خلاصۃ العقائد (۳) خلاصۃ الفلسفہ (۴) فلاح دارین (۵) دربارِ علم (۶) فتویٰ جواز عرس (۷) القول السدید (۸) عورت اور قرآن (۹) خلافت نبویہ (۱۰) الاظہار (۱۱) فصل الخطاب (۱۲) قسطنطنیہ (۱۳) المکتوب (۱۴) درس خلافت (۱۵) تنظیمی مقالات (۱۶) جذبات الصداقت (۱۷) الاستشہاد (۱۸) کشف حقیقت مالابار (۱۹) الخطبۃ الدعائیہ للخلافۃ الاسلامیہ (۲۰) اعلان حق (۲۱) سمرنا کی خونی داستان (۲۲) خلافت الہیہ۔ (ان کتابوں کے تفصیلی تعارف کے لئے دیکھئے: تذکرۂ ماجد: ترتیب: اسید الحق قادری، مکتبہ جام نور دہلی)

ایک شبہ کا ازالہ :- مولانا عبدالماجد بدایونی کے بارے میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ انھوں نے ایک تقریر میں گاندھی جی کو "**مبعوث من اللہ**" کہا تھا یا یہ کہا تھا کہ "اللہ نے انہیں مذکر بنا کر بھیجا ہے"۔ اس زمانے میں اس بات کا کافی چرچہ رہا اور آج بھی یہ جملہ مولانا بدایونی کی طرف منسوب کر کے وقتاً فوقتاً لکھ دیا جاتا ہے۔ اس زمانے میں جب اس کی شہرت ہوئی تو حلقۂ علماء میں ایک بے چینی پھیل گئی۔ بات دارالافتاء تک پہنچی اور مولانا عبدالماجد بدایونی کے خلاف فتوے صادر کئے گئے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہاں اس سلسلہ میں وضاحت کر دی جائے تا کہ مولانا بدایونی کے بارے میں کوئی غلط فہمی راہ نہ پا سکے۔

جس زمانے میں یہ افواہ پھیلی تھی اس وقت مولانا عبدالماجد بدایونی نے تقریر و تحریر کے ذریعہ اس کی وضاحت کر دی تھی۔ تقریر میں کہے گئے اپنے اصل جملوں اور ان سے اپنی مراد کو واضح کر دیا تھا جس سے اہل علم و فتویٰ مطمئن ہو گئے تھے۔

تحریک ترک موالات کے زمانے میں علماء کے درمیان اس کے جواز و عدم جواز کی بحث چھڑ گئی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ایک رسالہ "النور" کے نام سے تحریر فرمایا جس میں آپ

نے تحریک ترک موالات کو شرعاً ناجائز قرار دیا، اس کے جواب میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قادری مقتدری بدایونی نے ایک رسالہ ''البیان'' تصنیف فرمایا جو ۱۳۴۰ھ میں وکٹوریہ پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ ''البیان'' کے زمانۂ تصنیف میں مولانا عبدالماجد بدایونی بمبئی میں مقیم تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن قادری بدایونی نے مولانا عبدالماجد بدایونی کو ایک خط ارسال کیا اور ان سے متنازع جملے کی وضاحت چاہی، مولانا عبدالماجد بدایونی نے ان کے خط کا جواب دیا۔ ''**مبعوث من اللّٰہ**'' کہنے سے اپنی برأت و بیزاری کا اظہار کیا اور اپنی تقریر کے اس حصہ کی وضاحت کی جس سے یہ غلط فہمی پھیل گئی تھی۔ مولانا حبیب الرحمٰن قادری بدایونی صاحب نے اپنا خط اور مولانا عبدالماجد بدایونی کا جواب من و عن اپنے رسالہ ''البیان'' کے آخر میں ''اعلان ضروری'' کی سرخی کے ساتھ شائع کر دیئے۔

''اعلان ضروری'' کے نوٹ میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قادری تحریر فرماتے ہیں:

> ''یہ کتاب مرتب کرنے کے بعد فقیر نے ایک عریضہ حضرت جناب مولانا مولوی عبدالماجد صاحب قادری بدایونی مدظلہم العالی کی خدمت میں حاضر کیا اور اس کی نسبت مشورہ چاہا نیز ایک خاص امر دینی میں استفہام کیا جو ان کی ذات گرامی سے متعلق تھا، حضرت مولانا نے فوراً اس کا جواب مرحمت فرما کر اپنی شان علم و اظہار حق اور کمال شفقت و حسن خلق کا ثبوت دیا۔ فقیر کا عریضہ اور حضرت مولانا کا والا نامہ درج ذیل ہے''۔ (البیان، ص:۶۹)

اپنے خط میں ابتدائی تمہید کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن قادری مقتدری تحریر فرماتے ہیں:

> ''ایک ضرورت کو بذریعۂ تحریر مکمل کر دیجئے وہ یہ ہے کہ آپ نے جمعیۃ علماء ہند دہلی کے اجلاس میں گاندھی کے متعلق مذکّر اور مبعوث من اللہ کہا تھا یا نہیں؟ فحوائے کلام اور اصل الفاظ کیا تھے، جلد تحریر فرما کر بھیج

دیجئے''۔

مولانا عبدالماجد بدایونی اس خط کے جواب میں ابتدائی تمہید کے بعد فرماتے ہیں:-

''گاندھی کو میں نے ''مذکر'' کہا تھا اور الفاظ و بیان کی صورت یہ تھی۔ جمعیۃ علماء ہند دہلی کے اجلاس میں مَیں تقریر کر رہا تھا کہ ایک صاحب نے مجھے ایک پرچہ دیا جس پر لکھا ہوا تھا کہ ''آپ لوگ ترک موالات کیوں مانتے ہیں، یہ تو گاندھی کی تحریک ہے''۔ میں نے اس کا جواب دیتے ہوئے پہلے تو یہ بتایا کہ ہرگز ترک موالات گاندھی کی تحریک نہیں، نہ گاندھی کی تحریک سمجھ کر اس کو ہم مانتے ہیں۔ اس کے بعد اہل خلاف کی طرف میں نے توجہ کر کے کہا کہ ''ان کو غصہ آتا ہے غیرت نہیں آتی کہ ان کے احکام مذہب ان کو ایک غیر مسلم بتاتا ہے۔ اگر گاندھی نے ہمارے احکام مذہب ہم کو یاد دلائے اور وہ ان کا مذکر ہو گیا تو کیا قباحت آ گئی۔ کیا کوئی ہندو نماز کے وقت کہے کہ وقت جا رہا ہے آپ لوگ نماز پڑھیں اور واقعہ ایسا ہی ہو تو کیا حکم نماز اس ہندو کا سمجھا جائے گا''۔ میں نے تصریح سے کہہ دیا تھا کہ ''ہمارے مذہب کے ایک فرعیہ کے خلاف بھی اگر گاندھی یا تمام ہندو گاندھی صفت ہو کر ہم سے عمل چاہیں تو ہم سب کو ٹھکرا دیں گے''۔ اس تقریر کے وقت عمائد علماء اہل سنت میں مولانا عبدالقدیر صاحب، مولانا عبدالباری صاحب، مولانا ریاست علی خاں صاحب وغیرہ بھی موجود تھے اور خود گاندھی بھی۔ اس تقریر پر پہلے ....سے اعتراض ہوا ....کبھی تو لفظ ''مذکر بنا کر خدا نے بھیجا ہے'' بڑھایا گیا اور کبھی لفظ ''مبعوث من اللہ'' بین الخطین

لکھا................اس تقریر کے بعد مجھ سے اور مولوی سلیمان اشرف صاحب سے کئی ملاقاتیں ہوئیں، اور شاید ایک بار جب کہ میں آزاد قومی درسگاہ کے قیام کے لئے علی گڑھ مقیم تھا اس کا تذکرہ موصوف سے ان کے ہی کمرہ میں آیا تھا اور میں نے ان کو تصریح سے اپنی تقریر اور......اعتراض سے آگاہ کر دیا تھا''۔

(البیان، ص:۷۱،۷۲)

کاسگنج ضلع ایٹہ میں مولانا عبدالماجد بدایونی نے خلافت و ترک موالات کے سلسلے میں ایک خطاب فرمایا جس میں آپ نے بعض اعتراضات اور الزامات کے جواب دیئے۔ اس تقریر کو جناب محمد عبدالحئی صاحب ایڈیٹر اخبار تبلیغ آگرہ نے تبلیغ پریس آگرہ سے ''ازالہ شکوک'' کے عنوان سے شائع کیا۔ اس تقریر میں بھی مولانا بدایونی نے ''مبعوث من اللہ'' والے اعتراض کی وضاحت کی ہے۔ ابتدا میں فرماتے ہیں:-

''اخبارات میں تقریروں کی نقل اور اقوال کا اقتباس و تذکرہ اور خبروں کا اندراج غیر معمولی طور پر غیر یقینی ثابت ہو رہا ہے، جس کے ہزاروں شواہد و تجربات موجود ہیں خود اپنے متعلق آخر میں کچھ عرض کروں گا''

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

''میں نے گاندھی جی کو جلسۂ جمعیۃ علماء ہند منعقدہ دہلی ۱۳۳۹ھ جس میں تمام ہند کے علما موجود تھے تحریک ترک موالات کا مذکر (یاد دلانے والا) کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ جس طرح ایک غیر مسلم اذان و وقت نماز یاد دلائے اور ہماری باتوں یا کاروبار کے سلسلہ سے یہ کہہ کر متوجہ کر دے کہ ''جاؤ اذان ہو رہی ہے نماز کا وقت ہو کہ'' جاؤ اذان ہو رہی

ہے نماز کا وقت ہو گیا''، بلاشبہ اسی طرح گاندھی صاحب نے تحریک ترک موالات یاد دلانے میں مدد کی اور اپنی شرکت کا اس مدد میں کافی حصہ لیا۔ پس مبصر لوگ میرے طرز خطابت سے واقف ہیں کہ ایسی واضح مثال دے کر سمجھا کر میرا گاندھی جی کو مذکر کہہ دینا خطابت کا ایک جملہ تھا، مگر آہ معترضین نے اس لفظ کے خود ساختہ معنی لکھ لکھ کر حاشیے چڑھا چڑھا کر کہاں تک اپنے زبان وقلم کو آلودۂ گناہ کیا اور ایک غیر مسلم کو کیا کیا کچھ نہ لکھ دیا: **نعوذ باللّٰہ منہ** ...... صاحب نے لکھا ''خدا نے ان کو (گاندھی کو) مذکر بنا کر بھیجا ہے'' دوسرے...... نے تحریر کیا ''**مبعوث من اللّٰہ**''، **استغفر اللّٰہ ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ**''

(ازلۂ شکوک،ص:۵، ۶ تبلیغ پریس آگرہ)

مولانا عبد الماجد بدایونی کی صفائی اور برأت کے لئے خود ان کی یہ وضاحتیں بہت کافی ہیں، ان کو قبول نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

وفات ۔ مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کے ایک جلسہ کے سلسلہ میں لکھنؤ تشریف لے گئے تھے آپ کے ساتھ آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبد الواحد قادری عثمانی بھی تھے لکھنؤ میں ایک مرید جناب شیخ محمد نذیر احمد صاحب کے مکان پر قیام تھا وہیں آپ نے شب دوشنبہ ۳؍شعبان ۱۳۵۰ھ/ ۱۳-۱۴؍دسمبر ۱۹۳۱ء کی درمیانی رات میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

جنازہ لکھنؤ سے بدایوں لایا گیا حضور عاشق الرسول مولانا شاہ عبد القدیر قادری قدس سرہ نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۵؍دسمبر ۱۹۳۱ء کو درگاہ قادری کے جنوبی دالان میں اپنے پیرو مرشد کے پائنتی دفن کئے گئے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء

علماء دین اور مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس بارے میں کہ:-

(۱) عرس کس کو کہتے ہیں؟

(۲) عرس کب سے رواج پانے لگا؟

(۳) عرس میں سالانہ فاتحہ کرانا کیسا ہے؟

(۴) صاحب مزار سے استمداد جائز ہے یا نہیں؟

(۵) قبر پر غلاف ڈالنا درست ہے؟

(۶) مزار یا قبر کا بوسہ لینا کیسا ہے؟

(۷) قبر پر شامیانہ تاننا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) مزار پر ہار پھول چڑھانا ازروئے شرع درست ہے؟

(۹) چراغاں، روشنی وغیرہ مزار پر کرنا کیسا ہے؟

(۱۰) مولود شریف منانا کیسا ہے؟

(۱۱) وعظ کرانا کیا ہے؟

(۱۲) مجلس سماع دف وسرود کے ساتھ بغیر مزامیر کے کروانا درست ہے یا نہیں؟

(۱۳) شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دلانا کیسا ہے؟

(۱۴) پنج آیات قرآنی کی تلاوت کرنے کا کیا حکم ہے؟

(۱۵) مزار پر لوگوں کا اجتماعی صورت میں جمع ہونا کیسا ہے؟

(۱۶) چادر جلوس کے ساتھ بڑے اہتمام سے مزار پر چڑھانا کیسا ہے؟

(۱۷) مزار وغیرہ پر خوش الحانی کے ساتھ منقبت کرنا کیسا ہے؟

(۱۸) قوّالی کا کیا حکم ہے؟

(۱۹) بغداد شریف میں خانقاہ قادریہ اور دیگر اماکن متبرکہ پر عرس رائج ہے یا نہیں؟

(۲۰) ہمارے اور آپ کے مقتدیٰ شہر کے بڑے مولوی حضرت مولانا شاہ محبّ رسول عبد القادر صاحب فقیر قادری عثمانی بدایونی نور اللہ مرقدہ جن کے فتوے چار دانگ عالم میں رائج ہو رہے ہیں وہ اپنے والد ماجد اور پیر و مرشد حضرت مولانا سیف اللہ المسلول شاہ معین الحق فضل رسول صاحب عثمانی بدایونی علیہ الرحمہ کا عرس کس طور سے کیا کرتے تھے اور یہ حضرت صاحب اپنے والد ماجد اور پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عین الحق عبد المجید صاحب عثمانی بدایونی قدس سرہٗ کا عرس کس طور سے کیا کرتے تھے؟

مشرّح طور پر بحوالہ کتاب مستند اپنے تحریری فتوے سے اطلاع دیجئے اور مواہیر اور دستخطوں سے مزیّن فرما دیجئے تا کہ ہر کہ ومہ کو اطمینان ہو جائے اور خیالات فاسدہ دلوں سے جاتے رہیں اور آپ لوگ بھی داخل حسنات ہوں۔ فقط

☆☆☆

هو المقتدر

الجواب

عرس کیا ہے ؟ -

جواب نمبر ا۔۲۔۳۔ :- زندگی کی موت مرنے والے مر کر حیات جاوید پانے والے جیتے جی سیرِ خلد کرتے ہیں۔ عالم برزخ میں محبت کی منزلیں دیکھتے فنائے ظاہری پا کر بقائے دائمی کے سدا بہار گلشن کی بہاریں لوٹتے ہیں۔ بے حجابی کا منظر پردہ سے پردہ مُدّ بصرہ کا جلوہ، قبر کا گڈھا روضۃ من ریاض الجنۃ، دنیاوی مصائب و مجاہدہ کی تکالیف ابدی عیش کا لباس پہن کر ہم آغوش، شب بیداری کا صلہ **نم کنومة العروس**۔ سونا جاگنا خالی کہنا سننا حقیقت میں مشاہدہ اور سرّ وصال سے وصل، وصل سے اتصال **احب اهله** کی مثال۔ یہی دن روز وصل بھی رات شب عروسی، الحق، مسرت دائمی سرور ابدی مر کر بھی دُلہن بنے رہے رحمت کا سہرا مغفرت کا مقنع، چین زیر مزار کرتے ہیں۔ یہ وہ خاصانِ خدا جن پر یہ خاص انعام انھیں کا یوم وفات و وصال عرس ٹھہرا۔ ظاہر اصطلاح نے سالانہ یوم فاتحہ و درود کے زیور سے آراستہ کر دیا غرضکہ وہی جلوہ وہی نیرنگیاں، یوم وفات عرس ٹھہرا اور یہ بحمد اللہ بہ تعین یوم مسنون و ماثور و مستحسن اور برابر حضور اکرم جان عالم ومحبوب رب العالمین سے ثابت اور اُن کے شیدائیوں فدائیوں سے اس کا جواز و رواج مقبول و منقول......

اخرج ابن المنذر و ابن مردويه عن انس رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه ﷺ كان يأتي احدًا كل عام فاذا لقى الشعب سلم على قبور الشهداء وقال سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار۔(۱)

ترجمہ:- ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال مقام احد پر تشریف لے جاتے تھے، جب آپ گھاٹیوں کے

ا۔ کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ حدیث تفسیر طبری میں منقول ہے دیکھئے حاشیہ نمبر۲۔

پاس سے گزرتے تو شہداء اُحد کی قبور کے پاس سلام کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم پر سلامتی ہو کہ تم نے صبر کیا اور آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

اخرج ابن جرير عن محمد بن ابراهيم قال كان النبی ﷺ يأتی قبور الشهداء على رأس كل حول فيقول سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار و ابو بكر و عمر و عثمان و فی التفسير الكبير والخلفاء الاربعة هكذا يفعلون۔(۲)

ترجمہ:- ابن جریر نے محمد بن ابراہیم سے تخریج کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال شہداء کی قبور پر تشریف لے جاتے اور فرماتے تھے کہ تم پر سلامتی ہو کہ تم نے صبر کیا آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اور تفسیر کبیر میں ہے کہ خلفاء اربعہ بھی ایسا ہی کرتے تھے یعنی ہر سال شہداء احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں:-

> ''آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدائے ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب''۔(۳)

> ترجمہ:- قبور صالحین کی زیارت اور ان سے حصول برکت کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب انھیں ہدیہ کرنا نیز دعائے خیر اور کھانا و شیرینی تقسیم کرنا باتفاق علماء امر مستحسن ہے۔ عرس کا دن اس لئے متعین کیا جاتا ہے کہ یہ دن ان حضرات (صالحین) کے دار العمل (دنیا) سے دار الثواب (آخرت) کی طرف کوچ کرنے کو یاد دلاتا ہے۔

۲۔ تفسیر طبری: ج ۲/ص ۱۴۲، دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۳۔ فتاوی عزیزی- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص: ۵۲، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

مجمع الروایات میں ہے:-

من ارادان یتخذ الولیمۃ فلیتخذ بادراك یوم موته ویحتاط فی الساعۃ التی نقل روحه فی تلك الساعۃ فینبغی ان یطعم الطعام والشراب فان ارواحهم یفرحون بذلك ویدعون لهم۔

ترجمہ:- جو شخص کھانے کے اہتمام کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ (وفات شدہ شخص) کی موت کے دن کھانا بنائے اور اس گھڑی میں احتیاط کی جائے جس وقت اسکی روح (عالم بالا) کو منتقل ہوئی لہٰذا کھانا وغیرہ کھلائے کیونکہ اس سے مردوں کی روحیں خوش ہوتی ہیں اور دعا کرتی ہیں۔

بحمد اللہ سوال نمبر اول و نمبر دوم و نمبر سوم شاہ صاحب کی روایت اور اس روایت سے فیصل ہو گئے۔ حدیث شریف سے سند فعل سرکار نامدار و خلفائے عالی وقار نکل آئی اور یہی مفہوم عرس ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک روایت اور ملاحظہ ہو جس سے فاتحہ کا جواز اور عرس کا رواج مستحسن ہونا ثابت ہوتا ہے۔ شاہ صاحب ہمعات میں فرماتے ہیں:-

"از ینجا است حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں و التزام فاتحہ خواندان و صدقہ دادن"۔

ترجمہ:- اسی سے مشائخ کرام کے اعراس کی حفاظت کرنا، انکی قبور کی زیارت پر ہمیشگی کرنا صدقہ اور فاتحہ کا التزام کرنا ثابت ہوتا ہے۔

صالحین کے مزارات سے استمداد:-

جواب نمبر ۴۔ قبور صالحین سے استمداد طریقۂ حقہ ہے سلف سے آج تک مروّج و ثابت، احادیث شریفہ میں اس سے نقاب شک کو ہٹا دیا گیا ہے تعامل صحابہ نے اس مسئلہ کو مطلع آفتاب بنا دیا ہے واقعات و ارشادات علماء و صلحاء نے اس کی توضیح و تنقیح فرمادی۔

علاّمہ ابن عبد البر کتاب الاستیعاب میں روایت کرتے ہیں کہ بصرہ میں حضرت ابوموسیٰ

اشعری کے زمانہ حکومت میں حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ نے ایک مصیبت میں گرفتار ہو کر یہ شعر پڑھا ۔

فیا قبر النبی و صاحبیہ　　　　الا یا غوثنا لو تسمعونا (۴)

ترجمہ:- اے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے دونوں صحابہ کی قبر، اے ہمارے مددگار کاش آپ ہماری فریاد سنیں (اور ہماری مدد کریں)۔

حدیث شریف میں ہے:-

اصاب الناس قحط فی زمن عمر رضی اللّٰہ عنہ فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یا رسول اللّٰہ استسق لامتك فانہم قدھلکوا فاتاہ رسول اللّٰہ ﷺ فی المنام فقال ائت عمر فاقرئہ السلام واخبرہ انہم مسقون وقل لہ علیك الکیس الکیس فاتی الرجل عمر رضی اللّٰہ عنہ فاخبرہ فبکی عمر رضی اللّٰہ ثم قال یا رب ما الوالا ما عجزت عنہ.(۵)

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط پڑا تو ایک شخص حضور علیہ السلام کی قبر مبارک کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے سیرابی طلب فرمایئے لوگ ہلاک ہو چکے تو حضور اکرم ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ ان سے میرا اسلام کہنا اور خبر دینا کہ وہ سیراب کر دیئے جائیں گے اور ان سے کہنا کہ وہ سمجھداری کو لازم پکڑیں وہ شخص

۴۔ **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**:ابن عبدالبر، ج:۴،ص:۵۱۸،دارالجبل ،بیروت ۱۴۱۲ھ۔

۵۔ **وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی**:نورالدین علی السمہودی، ج:۴/ص:۱۳۷۴ **الفصل الثالث فی توسل الزائر و تشفعہ بہ ﷺ مطبع احیاء التراث العربی**

حضرت عمر کے پاس آیا اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو حضرت عمر رو پڑے اور بارگاہ رب العالمین میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں عمداً کوتاہی نہیں کرتا مگر جس چیز سے عاجز ہو جاؤں۔

اللہ اکبر اُس صاحب تاج محبوب رب مالک دو عالم کی شان ارفع و اقدس اور اُس رحمتہ اللعالمین کی شان کرم و بندہ نوازی کا کیا بیان جبکہ اُس کے ادنیٰ غلاموں کو مرتبہ تصرف حاصل ہے۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی وفات کے کچھ برس بعد سمرقند میں سخت قحط پڑا قاضی سمرقند سے بعض صلحاء نے کہا کہ امام بخاری کی قبر سے مدد چاہو خدا فضل فرمائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور برابر سات روز بارش ہوئی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:-

''واویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از قبر او نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند''۔(٦)

ترجمہ:- اویسی لوگ اپنے کمالات باطنی کا مقصد ان کی قبر سے حاصل کرتے ہیں اور اہل حاجات اور اہل مقاصد اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

''ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند''۔

ترجمہ:- ان (صالحین) کی روحیں زمین و آسمان اور جنت جس جگہ چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں اور دنیا و آخرت میں اپنے معتقدین کی مدد

٦۔ تفسیر فتح العزیز پارہ عم، سورۂ انشقاق ص:١٣٩، مطبع العلوم دہلی ١٢٦٧ھ

فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔

امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں:۔

''قومی دیگر درعرض حاجات واستحلال مشکلات وسعی درشفاعت سرگرم میباشند''

پھر اسی صراط مستقیم میں اپنے پیر کے حالات لکھتے ہیں:۔

''وبرمرقد مبارک ایشاں نشستہ دریں اثنا بروح پُرفتوح ایشاں ملاقات متحقق شدوآں جناب برایشاں توجہی بس قوی فرمودند''۔

ترجمہ:۔ ان (اسماعیل دہلوی) کے پیر غوث اعظم کی قبر مبارک پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی درمیان میں ان کی روح مقدس سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے (غوث اعظم نے) ان پر قوی توجہ فرمائی۔

اس سوال کے متعلق یہاں اتنی ہی بحث کافی ہے کیونکہ مانعین استمداد واستعانت کے اکابر کے اقوال سے استدلال ہے، جو بحمد اللہ مظہر مرام ومسکت معارض ہے ولہ الحمد اولا و اٰخرا۔

مزار پر غلاف ڈالنا درست ہے؟

جواب نمبر۵۔۶۔ علاّمہ عبدالوہاب شعرانی تذکرہ امام ابی عبداللہ قرطبی لکھتے ہیں:۔

روی انّ رسول اللّٰہ ﷺ تبع جنازۃً فلما صلی علیھا فدعا بثوب و بسط علی القبر وقال لا تطلعوا علی القبر فانھا امانۃ فربّما امربہ الی النار فیسمع صوت السلاسل و ھذہ العلۃ تعطی انّ ذلک لا یختص بالمرأۃ بل یستحب بسط الثوب علی القبر للرجل والمرأۃ۔ (۷)

ترجمہ:۔ روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازہ کے

۷۔ مختصر تذکرۃ الامام ابی عبداللہ القرطبی: شیخ عبدالوہاب الشعرانی، باب: بسط الثوب عند الدفن، ص:۲۶، المطبعۃ العامرۃ الشرفیہ ۱۳۰۲ھ

ساتھ چلے آپ نے اس کی نماز پڑھ کر ایک کپڑا مانگا اور قبر پر پھیلا دیا اور فرمایا تم قبر پر مطلع نہیں ہو سکتے کیونکہ میت ایک امانت ہے بسا اوقات اسے دوزخ کا حکم ہوتا ہے تو وہ زنجیروں کی آواز سنتی ہے۔

(قرطبی کہتے ہیں) کہ یہ علت جو حدیث میں کپڑا اڈالنے کی لکھی گئی کچھ عورت کے واسطے ہی نہیں ہے بلکہ عورت و مرد سب کی قبر پر کپڑا اڈالنا مستحب ہے۔

چادر غلاف چڑھانا ایک فعل تعظیمی ہے اسی لیے کعبہ کو ہر زمانے میں ملبوس کیا گیا، نبوت و خلافت دونوں مبارک و مسعود قرنوں میں یہ عمل مبارک رہا پھر خود روضۂ حضور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء پر غلاف چڑھایا گیا اور آج تک برابر معمول ہے اسی بنا پر غلاف منور کو علماء جائز رکھتے ہیں۔

علامہ شامی ردالمحتار حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں:-

ولکن نحن نقول الان اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة کی لا یحتقر واصاحب القبر وطلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات۔ (۸)

ترجمہ:- لیکن ہم کہتے ہیں جبکہ اس سے (قبر پر چادر وغیرہ ڈالنے سے) عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہو تاکہ وہ صاحب قبر کی تحقیر و تذلیل نہ کریں اور غافل زائرین کو خشوع و خضوع کا حصول ہو تو جائز ہے، اس لئے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے۔

محبت کی ادائیں دلی لگاؤ کے اظہار کے طریقے یا اُس کی بے چین کر کے متوالی بنانے والی باتیں عجب پیاری پیاری شانیں دکھاتی ہیں۔ کسی کی یاد نے کلیجہ میں چٹکیاں لیں، کچھ بھولا ہوا یاد آیا، دل تڑپا، پہلو بدلا، بیخودی نے اپنی بڑھتی ترنگ میں یک رنگ کر کے نیا رنگ

۸۔ ردالمحتار :ابن عابدین شامی، ج:۵/ص:۳۱۹، مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

چڑھا دیا۔ وہ نہیں نہ سہی اُن کا تصور وخیال ہی ہم آغوش ہے یہ بھی نہ ہو سکا، قدم بڑھائے گرتے پڑتے آستانہ تک پہنچے۔ آنکھوں نے ارمان نکالے، دل نے تسلی پائی اور بے قراری بڑھی منہ رکھ دیا چومنے لگے بوسہ دیا دل ٹھنڈا کیا۔ یہ محبت کے لٹکے غضب کے چلتے جادو، بے اختیاری کے جلوے، حضرت عشق کے کرشمے، دل والا درد اُٹھایا تو کون ہے جو اسکو منع کرے اور اُس پر فتویٰ لگائے بوسہ امر منصوص شرعی نہیں، ایک جذبۂ دلی کا نتیجہ ہے جو سرکار حسن مطلق عشق حقیقی مالک فرمان شرع شریف کے بھی مخالف نہیں، تو بہ توبہ بلکہ اُس سرکار سے سند یافتہ اُس کے ارکان کا منہ لگایا منہ بولا پیارا، شیفتگان حسن محبوب حقیقی کا تعامل تا زیست ظاہری سرکار نامدار ثابت۔ علاّمہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:-

ولابن المقری من حدیث جابران عمر قام الی النبی ﷺ فقبل یدہ۔ یعنی حضرت عمر سرکار میں حاضر ہوئے اور دست شریف کو بوسہ دیا اور آگے بڑھے۔ دوسری شان کا دوسری ظاہری حالت میں جلوہ دیکھیے۔

ایک جماعت نے ابن ابی شیبہ اور جابر سے اور بزار نے ابن عمر سے اور ترمذی نے شمائل میں موسیٰ ابن ابی عائشہ سے اور بیہقی نے دلائل میں عروہ سے روایت کی ہے:-

عن ابن عباس و عائشة ان ابابکر قبل النبی ﷺ وھو میت۔

ترجمہ:- آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی آنکھوں کے درمیان اور پیشانی پر بوسہ دیا۔

یہ وہ تسکین کے پہلو تھے جن میں کچھ کلام نہیں ہو سکتا۔ اب ذرا اُس حالت کا بھی اندازہ کیجیے کہ ظاہری آنکھیں اُس نورانی جلوہ والوں کو نہیں دیکھ سکتیں ہاتھ پاؤں کی دسترس خاص ذات بابرکات تک نہیں ہو سکتی۔ البتہ اُن کے مقابر اُن کے مزارات تک حاضری متصور ہے اب وہاں یہ عمل بوسہ اظہار محبت کا وسیلہ سرکار حسن میں اپنا ذریعہ آیا مشروع ومقبول ہے یا قبیح

ومردود۔ دوسرا امر یہ کہ علاوہ سرکار نامدار کے مزار مطہر کے صلحائے اُمّت و اولیائے امت کے مزارات کے ساتھ بھی یہ عمل جائز ہے یا نہیں۔ فقہائے کرام کے اقوال مختلف ہیں لیکن وہ جو جامع معرفت و شریعت ہیں اُن میں سے بہت سے محققین جواز تسلیم کررہے ہیں۔
علاّمہ سیوطی توشیح علی الجامع الصحیح میں لکھتے ہیں:-

واستنبط بعض العلماء العارفين من تقبيل الحجر الاسود تقبل قبور الصالحين و نقل عن الصيف اليماني الشافعي جواز تقبيل المصحف و قبور الصالحين۔

ترجمہ:- بعض علماء عارفین نے حجر اسود کا بوسہ لینے سے صالحین کی قبروں کا بوسہ لینے کا جواز مستنبط کیا ہے اور علامہ صیف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ مصحف اور قبور صالحین کو چومنا جائز ہے۔

زیادہ سے زیادہ علمائے محققین اس کو خلاف اولیٰ بتاتے ہیں لیکن جذبۂ عشق و محبت میں اگر ایسے افعال سرزد ہو جائیں تو قابل اعتراض نہیں۔

قبر پر شامیانہ اور پھول ڈالنا -

جواب نمبر ۷۔۸۔۹ :- ہر وہ امر جو شرعاً مباح ہے اُس پر انکار جرأت بیجا ہے اور اس کا کرنا خلاف شریعت نہیں ہو سکتا پھر جب اُس پر عمل سلف صالحین بھی ثابت ہو اور اُس میں منافع بھی ہوں کیونکر عقلاً خلاف شرع ہو سکتا ہے۔ مجالس خیر میں شامیانہ تاننا دو حال سے خالی نہیں ایک آسائش و اکرام حاضرین مجلس، دوسری تعظیم و زینت مجلس خیر اور بحمد اللہ پھر یہ دونوں امر مستحسن **قل من حرّم زينة الله التى اخرج لعباده** نے زینت کو مستحسن ٹھہرادیا۔ اسی طرح روشنی بھی امر مباح اور معمول سلف صالحین خود حضور بشیر و نذیر سراج منیر روحنا فداہ کے دربار میں حضرت تمیم داری نے شام سے آکر بہت سے قندیل مسجد نبوی میں لٹکا کے روشن کرائے اور اُس پر اُن کو دربار رسالت سے تمغہ دعائے برکت عطا ہوا۔ روشن

دل اور چمکتے خیال سمجھ سکتے ہیں کہ یہ جملہ امور مباح ہیں اور ان کے اصل آثار سے ثابت اور ان تمام امور میں اُس روشن رخ حجلہ نشین عروس محبت کے چمکتے دمکتے جلوے نظر آ رہے ہیں اور اُسی کی یہ ساری آگ لگائی ہوئی ہے۔

قبور پر ہار پھول چڑھانا ثابت الاصل اور امر نفیس ہے کوئی گندہ سے گندہ دماغ ہو گا جو اس کا منکر ہو گا۔ خوشبو، عطریات سرکار نامدار کو محبوب۔ حضور کا ارشاد گرامی کہ دنیا کی مجھے تین چیزیں بہت محبوب ہیں ان میں سے ایک خوشبو ہے۔ مزارات صلحاء باعث ترویج ارواح مسلمانان اور اُن کا زیر مزار زندہ ہونا مانا ہوا امر، پھر زینت و نفاست بھی اور برگ و گل کا تسبیح کرنا اور اُس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچنا حدیث نبی کریم سے ثابت، سبحان اللہ کیا کیا حکمتیں دوہری عنایتیں اور غلاموں پر کرم۔

صاحب طوالع الانوار لکھتے ہیں:-

وضع الجريدة الخضرة على القبر للاتباع و سنده ثابت لانه يخفف عنه العذاب ببركة تسبيحها اكمل من تسبيح اليسة لما فى ذلك من نوع حيات۔

ترجمہ:- سبز ٹہنی کا قبر پر رکھنا (سنت کی) اتباع کے لئے ہے اور اس حدیث کی سند ثابت ہے اسلئے کہ ٹہنی کی تسبیح کی برکت سے میت کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور سبز ٹہنی کی تسبیح خشک ٹہنی سے زیادہ کامل ہے کیونکہ اس میں ایک قسم کی حیات ہے۔

پس قبر پر پھول ڈالنا چڑھانا امر مستحسن و جائز ہے۔

محفل مولود شریف کرنا -

جواب نمبر ۱۰۔۱۱ :- انعقاد مجلس میلاد محبوب رب العباد ہر موقع و ہر مکان میں باعث ہزاراں ہزار برکت و رحمت بالخصوص مزارات اولیاء پر مجالس میلاد و وعظ و ہدایت دو طرح سے برکت اور دونی رحمت مولود شریف ہر زمانہ میں اہل اسلام کا معمول مسعود، بہ تعین ماہ

ربیع اور بلا تعین ہر ماہ و موسم میں ہر زمانہ کے اکابر صلحاء سے منقول اور ثابت الاصل۔

قال القسطلانی لا یزال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده علیه السلام ویعملون الولائم و یتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویظهرون السرور ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقرأة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم۔(۹)

ترجمہ:- قسطلانی نے کہا کہ اہل اسلام ہمیشہ حضور علیہ السلام کی ولادت کے مبارک مہینہ میں محفلیں قائم کرتے ہیں اور دعوتوں اور ماہ مبارک کی راتوں میں صدقات و خیرات کا اہتمام کرتے ہیں خوشی و مسرت کا اظہار اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں نیز حضور علیہ السلام کا مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس مولود شریف کی برکت سے ان پر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شمس الدین ابو الخیر ابن الجزری کتاب عرف التعریف بالمولد الشریف میں فرماتے ہیں:-

فما حال المسلم الموحد من امته علیه السلام یسر بمولده ویبذل ما تبذل الیه قدرته فی محبته ﷺ لعمری انما یکون جزاءً من الله الکریم ان ید خله بفضله العظیم جنات النعیم۔ (۱۰)

ترجمہ:- تو حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کے اس موحد و مسلم امتی کا کیا عالم

۹۔ **المواهب اللدنیه**، ج:۱/ص:۱۴۸، الاحتفال بالمولد پور بندر گجرات۔

۱۰۔ **المواهب اللدنیه بالمنح المحمدیه**: علامہ احمد بن محمد قسطلانی، ج:۱/ص:۱۴۷ از **من الولادة و وقتها**، پور بندر گجرات

ہوگا جو آپ کی ولادت پر خوش ہوتا ہے اور اپنی طاقت کے بقدر نبی ﷺ کی محبت میں خرچ کرتا ہے بخدا اللہ رب کریم کی جانب سے ایسے شخص کی جزاء یہی ہے کہ خداوند قدوس اسے اپنے فضل عام سے جنت نعیم میں داخل فرمائے۔

خود سرکار نامدار کے زمانہ میں سرکار کے صحابہ کا وقائع ولادت سرکار بیان کرنا اور لوگوں کو بلا کر سنانا کتب احادیث و سیر سے ثابت۔

امام سخاوی کا قول سیرت حلبی میں منقول ہے:۔

لا زال اهل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الكبار يحتفلون فی شهر مولده ﷺ بعمل الولائم البديعة المشتملة على الامور البهجة الرفيعة ويتصدقون فی لياليه بانواع الصدقات ويظهرون السرور ويزيدون فی المبرات ويعتنون بقرأة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم۔ (۱۱)

ترجمہ:۔ اہل اسلام ہمیشہ سے آنحضرت ﷺ کی ولادت کے مہینہ میں ہر جانب بڑے بڑے شہروں میں محفلیں قائم کرتے ہیں اور پر تکلف دعوتیں کرتے ہیں جو مسرت آمیز بلند امور پر مشتمل ہوتی ہیں اور اہل اسلام اس ماہ مبارک کی راتوں میں صدقہ کرتے ہیں بہجت و سرور کا اظہار اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اس مولود شریف کی برکت سے ان پر فضل عمیم کا

۱۱۔ **سبل الهدى والرشاد فی سيرة خير العباد**: امام محمد بن یوسف صالحی شامی (م ۹۴۲ھ) ج:۱/ص:۴۳۹، **الباب الثالث عشر فی اقوال العلماء عمل المولد الشريف واجتماع الناس له وما يحمد من ذلك ومايذم** مطابع الاہرام قاہرہ ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء

ظہور ہوتا ہے۔

ان تمام ادلہ سے بڑھ کر خود قرآن شریف موجود ہے جو واضح دلائل کے ساتھ صاف صاف لفظوں میں مولود نبی کریم پڑھ رہا ہے اور اُس کا ذکر خدا ہونا اُسی قرآن سے ثابت ہو رہا ہے۔ متعدد آیات قرآنیہ میں ذکر مولد نبی کریم بیان ہو رہا ہے کہیں ارشاد ہے:-

لقد جاء کم رسول من انفسکم۔ (۱۲)

ترجمہ:- یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول تشریف لایا۔

کہیں ارشاد ہے:-

ھو الذی بعث فی الامین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیتہٖ و یُزکّیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ (۱۳)

ترجمہ:- اللہ رب العزت کی وہ ذات ہے جس نے اُمیوں میں ان ہی میں سے ایک عظمت والا رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کا علم سکھاتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

کسی مقام پر فرمایا ہے:-

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔ (۱۴)

ترجمہ:- اللہ نے مومنین پر احسان عظیم فرمایا کہ ان میں ایک عظیم المرتبت رسول بھیجا۔

۱۲۔ التوبة: آیت ۱۳۸۔

۱۳۔ الجمعة: آیت ۲۔

۱۴۔ آل عمران: آیت ۱۶۴۔

ورفعنا لك ذكرك۔ (۱۵)

ترجمہ:- ہم نے آپ کے ذکر کو بلندو بالا فرمادیا۔

کی تفسیر ہو کہ ذکر رسول کریم کو ذکر خدا ٹھہرا رہی ہے پھر کون مسلمان ہے کہ مجالس ذکر خدا میں تامل و کلام کرے حضرات علماء کرام سے منقول کہ اس مجلس مولود شریف کی برکت سے بہت مراتب عالیہ بہت سے لوگوں نے پائے۔ بعضے خوش بخت اس مجلس مولود کی برکت سے دیدار سرکار نامدار سے مشرف ہوئے۔ **اللّٰھم ارزقنا زیارۃ حبیبک** ﷺ

اسی طرح مجلس وعظ بھی باعث برکت کیونکہ وعظ میں بھی احکام خدا و رسول کا اظہار ہوتا ہے گویا علماء اولیاء کا عملی کام اُن کے مزارات پر تقریر میں ظاہر کیا جاتا ہے اُس میں بھی کچھ قباحت نہیں وہ بھی برابر معمول سلف صالحین رہا ہے اور اب بھی مقامات متبرکہ پر اعراس کے موقع پر بھی معمول ہے۔

مجلس سماع -

جواب نمبر۱۲ :- سماع جس کو قوالی کہتے ہیں بغیر مزامیر جائز اور مع مزامیر مختلف فیہ لیکن اکثر حنفیہ کے نزدیک سماع بدف جائز و مباح ہے اور اس کے جواز کی سند کے لئے یہ کچھ کم نہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر و ابن زبیر و مغیرہ بن شعبہ و معاویہ وغیرہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے راگ سنا بلکہ خود حضور اکرم ﷺ نے سنا اور حضرت صدیقہ کو سنایا۔ حدیث صحیحین ملاحظہ ہو:-

عن عائشة ان ابابكر دخل عليها وعندها جاريتان في ايّام منى تدفان و تضربان وتغنيان والنبى ﷺ متغش بثوبه فانتهر هما ابوبكر فكشف النبى ﷺ عن وجهه فقال دعهما يا ابابكر۔(۱۶)

۱۵۔ **الانشراح**: آیت ۴۔

۱۶۔ الف: صحیح بخاری کتاب صلوۃ العیدین، **باب اذا فاته العيد يصلي ركعتين۔**

ب: صحیح مسلم؛ کتاب صلوۃ العیدین :**باب الرخصة فى اللعب۔**

ترجمہ:- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کمرے میں داخل ہوئے تو دو لڑکیاں ایام منیٰ میں ان کے پاس دف بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں اور نبی ﷺ کپڑا اوڑھ کے آرام فرما تھے تو حضرت ابوبکر نے ان دونوں لڑکیوں کو جھڑکا تو حضور علیہ السلام نے کپڑا اپنے چہرۂ انور سے ہٹایا اور فرمایا اے ابوبکر ان دونوں کو چھوڑ دے یعنی وہ جو کر رہی ہیں کرنے دے۔

اکابر صوفیہ میں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی، حضرت سری سقطی، حضرت ذوالنون مصری، حضرت ابوالخیر عسقلانی، حضرت ابو حنیفہ امام اعظم رحمہم اللہ اجمعین سے سماع کا استماع منقول پھر مطلق سماع کی اباحت میں کیا کلام۔

مدارج النبوۃ میں ہے امام اعظم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی قوّال تھا وہ رات کو اُٹھ کر گایا کرتا تھا اور جب تک وہ گاتا امام صاحب بیٹھے سنتے رہتے۔ ایک رات اُس کی آواز نہ آئی امام صاحب نے دریافت کیا تو معلوم ہوا اُس کو قید ہو گئی آپ اُٹھے اور کپڑے پہن کر بادشاہ کے پاس گئے اور اُس کی سفارش کی اور اُس کو خلاصی دلوائی۔ امام صاحب جیسے متورّع زاہد متقی سے یہ نقل سماع کی اباحت کی دلیل ہے۔

امام غزالی رسالہ ''**بوارق الالماع فی تکفیر من یحرم السماع**'' میں لکھتے ہیں:-

ان السماع مباح للعوام اشدُّ استحباباً للمریدین واجب فی حق اولیاء اللّٰہ تعالی

ترجمہ:- یعنی سماع عوام کے لئے مباح مریدین کے لیے زیادہ مستحب ہے اور اولیاء اللہ کے لیے واجب ہے۔

اسی رسالہ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:-

وان حرّم سماع الفقراء بالاشعار والصوت الموزون والدّف فذلك ردّ علی النبی ﷺ کفر بالاتفاق۔

ترجمہ:- یعنی جس نے فقراء کے سماع اشعار اور موزوں آواز کو حرام قرار دیا تو یہ نبی علیہ السلام کا رد کرنا ہے جو باتفاق علماء کفر ہے۔

دف وسماع بلاشبہ مباح مگر جب امور قبیحہ سے اس میں شامل ہوں گے تو بلاشک مکروہ وحرام ہو جائے گا مثلاً عورت کا گانا اور مرد کا گانا جس سے قوت شہوانی کا زور ہو اور خوف فساد خیالات مسلمین ہو وبس **وله الحمد اولا وآخرا۔**

فاتحہ دلانا-

جواب نمبر ۱۳ :-اس مسئلہ کا جواب جواب نمبر ا۔۲۔۳۔ میں مجمع الروایات اور شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت سے ضمناً ہو گیا۔ اب تطویل فضول۔ مگر اس مقام پر صرف دو قول ایک شاہ ولی اللہ صاحب کا دوسرا امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا لکھا جاتا ہے تا کہ منکرین کو اپنے مقتدیٰ کا نظریہ بھی معلوم ہو جائے۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:-

"اگر مالیدہ وشیر برنج بنابر فاتحہ بزرگی بقصد ایصال ثواب بروح پزندو بخورند مضائقہ نیست"۔

ترجمہ:- اگر مالیدہ شیرینی پر ایصال ثواب کے ارادے سے فاتحہ پڑھ کر روح کو بخشیں اور کھائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی فتویٰ مندرجہ مجموعہ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں ملاحظہ ہو:-

"اگر شخصے بزے راخانہ پرورکند تا گوشت اوخوب شوداو ذبح کردہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم خواندہ بخوراند خللے نیست"۔

ترجمہ:- اگر کوئی شخص گھر میں کوئی بکرا پالے تا کہ اس کا گوشت بہتر ہو اور اسے ذبح کر کے غوث الاعظم کی فاتحہ پڑھ کر کھلائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اس روایت سے منکرین کے دل دہل جائیں گے۔

تلاوت پنج آیات -

جواب نمبر۱۴ :- قرآن عظیم کی تلاوت ہر وقت و ہر زمان و ہر مکان میں باعث برکت و رضائے الٰہی اور سلف سے خلف تک معمول و مروّج اور خاص پنج آیات کی قرأت بھی باعث برکت کہ اُس میں سورۂ اخلاص وسورہ فاتحہ ومعوذتین و اول رکوع تا آخر رکوع سورہ بقر کا پڑھا جاتا ہے جو برکت وفضیلت سے خالی نہیں۔ سورۂ فاتحہ واخلاص ومعوذتین کے فضائل احادیث میں بکثرت ہیں صحیح بخاری میں **الا اعلمك اعظم سورة** (ترجمہ: کیا میں تم کو سب سے عظیم سورت نہ سکھاؤں) والی حدیث ملاحظہ ہو اسی طرح سورۂ اخلاص کی فضیلت میں قرأت ثلث قرآن کہا گیا ہے۔ جامع الاوراد میں ہے:-

''چوں ختم کند اول وپنج آیت خواندہ دست برائے فاتحہ بردارد''۔

ترجمہ:- جب ختم قرآن کرے تو پنج آیات پڑھ کر ہاتھ فاتحہ کے واسطے اُٹھائے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے فتوے میں لکھتے ہیں:-

''ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند وبرآں فاتحہ وقل و درود خوانند تبرک میشود خوردن آں بسیار خوب است''۔

ترجمہ:- اس نیاز کا ثواب حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو پہنچائے اور تبرک کی نیت سے اس پر قل اور درود شریف پڑھ کر کھانا بہت بہتر ہے۔

جوابنمبر ۱۵۔۱۶۔۱۷۔۱۸۔۱۹ :- ہجوم ہونا چادر جلوس کے ساتھ مزار پر چڑھانا منقبت خوانی خوش الحانی سے یا قوّالی ہونا جملہ امور مستحسن فی نفسہ ہیں اور جب تک مباح میں معذور شرعی نہ ہو اس میں کوئی خرابی نہیں آتی مسلمانوں کا مجمع اور اُس میں مناقب اصحاب و اولیاء خوش الحانی سے پڑھنا محبت کی دلیل اور اسلامی شعار۔ فی نفسہ چادر مزار پر ڈالنا امر ثابت شدہ پھر وہ آرائش و زینت جو خلاف شرع نہ ہو کیوں ممنوع اسی طرح قوالی بلا

مزامیر وبشرائط صحیحہ جائز۔

ردالمحتار میں بعد ذکر اختلاف کے فرمایا:۔

ولکن نحن نقول الآن اذا قصد به التعظیم فی عیون العامّة حتی لا تحقیر واصاحب القبر و جلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنّیات کذا فی کشف النور عن اصحاب القبور للاستاذ عبدالغنی النابلسی قدس سره۔(۱۷)

ترجمہ:۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جب اس سے (یعنی چادر وغیرہ ڈالنے سے) عوام الناس کی نگاہ میں تعظیم کا قصد ہو تا کہ وہ صاحب قبر کی تحقیر نہ کریں اور غافل زائرین کے لئے خشوع وخضوع کا سبب ہو تو یہ جائز ہے اس لئے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے اور اسی طرح استاذ عبدالغنی النابلسی قدس سرہٗ کی کتاب کشف النورعن اصحاب القبور میں ہے۔

جواب نمبر۲۰ :۔ منظورِ حرماں نصیب اس وقت تک حاضری دربار سرکار بغداد سے قاصر ہے (خدا وہ دن جلد لائے جو ایسا ہو جائے) مگر متواتر طریقہ سے سنا ہے اور کتابوں میں لکھا ہوا پڑھا ہے کہ سرکار بغداد میں ہر سال نویں ربیع الآخر شریف کو عرس شریف ہوتا ہے۔ علاّمہ شیخ محدث دہلوی کتاب ماثبت بالسنہ میں بعد ذکر تاریخ وفات شریف لکھتے ہیں۔

قلت بهذالروایة یکون عرسه تاسع ربیع الاخرو هذا هوالذی ادرکنا علیه سیدنا الشیخ عبدالوهاب القادری المتقی المکی۔

ترجمہ:۔ اس روایت کے سبب میں کہتا ہوں کہ غوث اعظم کے عرس

۱۷۔ ردّ المحتار: علامہ ابن عابدین شامی، ج:۵/ص:۳۱۹، مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کی تاریخ نویں ربیع الآخر ہے اور یہ وہ ہے جس پر ہم نے شیخ عبدالوہاب قادری المکی کو پایا۔

یمن میں یکم شعبان سے ۱۵/دن تک حضرت شیخ احمد بن علوان کا عرس شریف ہوتا ہے جن کے نام نامی کی برکت سے کھوئی ہوئی چیزیں مل جانا علمائے کرام نے لکھا ہے پاک پٹن میں ۵/محرم الحرام کو حضرت بابا صاحب کا عرس ہوتا ہے۔ دربار اجمیر میں یکم رجب سے چھٹی رجب تک عرس ہوتا ہے۔ آستانہ مارہرہ مطہرہ میں ذی الحجہ اور ربیع الاول اور رجب میں برابر اعراس ہوتے ہیں۔ کلیر شریف میں ربیع الاول میں عرس ہوتا ہے۔ غرض کہ یہ خدائی دولہ جہاں جہاں سوئے ہوئے ہیں وہاں ضرور سال میں جنگل میں منگل منایا جاتا ہے جن کی تفصیل طویل۔

حضرت اقدس مولانا الحاج محبّ الرسول تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر القادری البدایونی قدس سرہٗ اپنے حضرت والد ماجد حضرت سیف اللہ المسلول کا عرس شریف یکم جمادی الآخر ۵ سے ۷ تک برابر کرتے جس میں علمائے دیار و امصار آتے وعظ فرماتے۔ دو وقتہ مختلف کھانے پکتے منقبت خوانی کے جلسے ہوتے، ختم کلام اللہ کا دورہ رہتا چادریں جلوس سے چڑھتیں۔ اسی طرح حضرت سیف اللہ المسلول اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب علیہ الرحمہ کا عرس شریف ۱۷-۱۸/محرم میں کرتے اور برابر وعظ و مناقب و ختم کلام الٰہی کا سلسلہ جاری رہتا اور آج تک بحمد اللہ مسند نشین سجادۂ مجیدی حضرت عالم ربانی حضرت شیخ اعظم جدّی مولانا عبدالمقتدر صاحب قبلہ مدظلہم العالی اُن معمولات متبرکہ کو پورا فرما رہے ہیں خداوندان کو قائم و برقرار رکھے آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

هذا ما كتبته عاجلاً وارجو من الله البركة واسئله التوفيق كاملا وله الحمد اولا و آخرا۔

تصدیقات علماء بدایوں

امور مسئول عنہا یعنی عرس اور اُس کے لواحق مروّجہ اکثر آثار سلف صالحین اور روایات علمائے متقدمین سے ثابت ہیں پھر اُن کا قرناً بعد قرنٍ دیار و امصار میں علمائے معتبرین کا معمول ہونا اُن کے استحسان و استحباب کی کافی سند ہے مدار کار نیت صالحہ پر ہے **انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ مانوی** تفاخر و غرور، نمایش و ریا کاری ہر کام میں باعث نقصان و خرابی ہے۔

شعائر اسلام کا اعلان، اولیاء کرام کی تعظیم، اُن کے لیے ایصال ثواب، مسلمانوں کا جمع ہو کر ذکر الٰہی کے حلقے باندھنا اور اچھی آوازوں سے اپنے آقائے نامدار ﷺ اور اولیائے کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مناقب پڑھنا اور ایسی محفلوں کو زیب و زینت سے آراستہ کرنا، مسلمانوں کے دلوں کو خوش رکھنا، مخالفین اسلام کے دلوں کو جلانا، اُن کے اوپر اسلامی جلال و ہیبت، رعب و عظمت، شان و شوکت کا سکّہ بٹھانا ایسی باتیں ہیں جن کی بہتری میں انصاف والے کو کلام نہ ہونا چاہیے۔

یہ بات تو مسلّم ہو چکی ہے کہ بہت سے امور اختلاف زمانہ سے بدل جاتے ہیں مثلاً مسجدوں کی شاندار عمارتیں بنانا اس زمانہ کے مناسب ہے اگرچہ خود مسجد نبوی جو حضور اقدس ﷺ نے تعمیر کی تھی وہ بہت مختصر اور چھوارے کی لکڑی وغیرہ سے پاٹ دی گئی تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں کچھ زیادتی ہوئی مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اپنے زمانہ میں اُس کو آبنوس وغیرہ کی لکڑی سے نقش و نگار کر کے تعمیر کیا اولاً بعض صحابہ نے کچھ قیل وقال کیا مگر پھر سب نے مان لیا یونہی اور بہت سی باتیں ہیں جیسا کہ صاحب ردالمحتار وغیرہ کی عبارت سے ظاہر ہے ان باتوں کو فرض واجب یا سنت مؤکدہ سمجھ کر تو کوئی بھی نہیں کرتا بطور امور مستحسنہ ایصال ثواب و ترویح ارواح اولیاء اور اجتماع و ائتلاف قلوب مومنین اور اظہار شان و شوکت اسلام عند المخالفین بہ نیت صالحہ استعمال کیے جاتے ہیں تو اُن کو خواہ مخواہ

حرام کہنا اور اُن کے مٹانے کی کوشش کرنا شوکت اسلام میں نقصان ڈالنا ہے اور وہابیت و نجدیت کا شعبہ ہے۔ جوابات مذکورہ مجملہ جن کی تفصیل میں رسائل مبسوطہ شائع ہو چکے ہیں صحیح و درست ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم فقط

(۱) حررہ محمد عبدالمقتدر القادری عفا اللہ تعالیٰ عنہ

خادم المدرسة القادرية الكائنة ببلدة بدايون المحمية

(۲) **ذلك كذلك انى مصدق لذلك**

حررہ محبّ احمد عبدالرسول القادری عفی عنہ

(۳) **ماقاله المجيب اللبيب فهو المقبول عند اهل السنة والجماعة وهوالمعمول و خلافه غير معقول و منقول جزى الله تعالىٰ المجيب خيرالجزاء يوم الحسيب۔وانا عبدالله الاثيم**

محمد ابراہیم القادری **كان الله ولوالديه**

(۴) **الجواب صواب والمجيب مصاب**

حررہ محمد حافظ بخش **المدرس بالمدرسة المحمدية** (الواقعہ فی چودھری گنج بدایوں)

(۵) **لقد اصاب من اجاب** – سید دیانت حسین غفرلہ مدرس شمس العلوم

(۶) **صح الجواب والله اعلم بالصواب** – حررہ یونس علی عفا اللہ عنہ

(۷) **اصاب المجيب فجزاه الله المجيب خيرا ويثيب وهذا هوالحق الصراح والصدق القراح۔**

حرره المذنب الراجى الى رحمة المنان محمد حبيب الرحمن غفرله بجاه سيدالانس والجان ﷺ

☆☆☆

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

القول السدید

تصنیف

حضرت مولانا ابوالمنظور محمد عبدالماجد قادری عثمانی بدایونی

تخریج و تحقیق

مولانا دلشاد احمد قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیا و مسلما

آج کل آزادی کے دور کا اثر یہاں تک ترقی پذیر ہو رہا ہے کہ ہر شخص کو مصنف بننے کا حوصلہ اور محقق الدہر ہونے کا دعویٰ ہے، نوخیز بچے جن کو معمولی عربی فقروں کا ترجمہ سیدھا سیدھا نہیں آتا وہ ائمہ عظام و محققین کرام کے مقابلہ کو تیار ہیں۔ عبارت کچھ تو مطلب کچھ سمجھیں۔ سمجھیں کچھ ادا کریں کچھ، نہ اصول مناظرہ کے پابند نہ دیانت و انصاف سے سروکار۔

حضرات! فرقہ وہابیہ ہمیشہ سے اسی قسم کی چالاکیوں عیاریوں سے کام لیا کرتے تھے مگر خیر کچھ تو لیاقت سے بھی مضمون ادا کرتے تھے اب تو یہ غضب ہے کہ ان چالاکیوں پر بدلیاقتی اور طرّہ، ایسوں سے کیا کلام کیا جائے ان کا کیا جواب دیا جائے مگر اہل اسلام کی عوام کے خیالات کی حفاظت کے لئے تحریر کرنا پڑتا ہے۔ ایک نوعمر نوخیز بنارسی صاحب کی جو ابھی نئے نئے مناظرہ میں اترے ہیں اور حال ہی میں وارث و جانشین مناظرین سابقین کے بنے ہیں۔ چند تحریریں پیش نظر ہیں ان میں سے اس وقت ''السعید'' کے دوسرے نمبر پر جو ہمارے رسالہ ''فتوی جواز عرس'' کے متعلق آپ نے تحریر کیا ہے ہم مختصر سا مکالمہ کرتے ہیں ناظرین ملاحظہ کریں کہ اتنی مختصر تحریر میں بنارسی صاحب نے کوئی بات بھی ٹھکانے کی کہی یا صرف احباب و یارانِ طریقت کا جی خوش کرنے کو مصنف ہی بن گئے۔

شروع جواب سے پہلے بطور مقدمہ بنارسی صاحب نے تمہید لکھی ہے اس میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مقلدین کا کام ہر مسئلہ میں اپنے مجتہد کا قول پیش کرنا ہے یعنی وہ نہ

کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی سوائے اپنے مجتہد کے دیگر کسی عالم کا قول پیش کر سکتے ہیں۔(۱)

مقلد آیات و احادیث سے استدلال کر سکتا ھے -

ناظرین پہلے اسی تجدید وتقلید کو ملاحظہ کریں کہ کس درجہ لغو و بے معنیٰ باتیں بنارسی صاحب نے کہی ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ مقلد ہونے سے یہ لازم نہیں کہ احادیث کو بالکل متروک ہی کر دیا جائے۔ ذی علم مقلد کو اپنے امام ومجتہد کے اقوال کی تائید کے لئے احادیث وآیات پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔ اپنے مجتہد کے اقوال مجملہ (جس میں اجمال ہو) اور اقوال مبہمہ (جس میں ابہام ہو) کی توضیح وتفسیر میں وہ آیات و احادیث سے ضرور کام لے سکتا ہے جن مسائل فرعیہ میں امام ومجتہد سے کوئی قول وحکم مروی نہ ہو اور مذہب کے ائمہ ومحققین

۱۔ (۱) بنارسی صاحب تمہید کے عنوان سے لکھتے ہیں......

پہلے ہم ایک ضروری تمہید کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں اس وجہ سے ہم نے اوپر لکھا ہے کہ مجیب نے اپنا منصب نہیں جانا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مصنف رسالہ (عبد الماجد بدایونی) حنفی المذہب ہیں یعنی باوجود اس کے انھوں نے اپنے دعاوی کے دلائل دیئے ہیں اور چند لاپتہ حدیثوں سے استدلالات کئے ہیں اور پھر اقوال غیر مذاہب کے پیش کئے ہیں حالانکہ یہ منصب ان کے مذہب کے رو سے انھیں نہیں عطا ہوا اس لئے کہ مقلد کی شان نہ تو دلیل پیش کرنا ہے نہ استدلال کرنا۔ حنفیہ کی معتبر اصولی کتاب مسلم الثبوت میں ہے **اما المقلد فمستنده قول مجتهده لاظنه ولا ظنه** یعنی مقلد کا کام صرف اپنے مجتہد کا قول پیش کر دینا ہے اور بس۔ بدایونی صاحب اگر واقعی مقلد ہیں تو ان کو لائق تھا کہ ہر نسبت مسائل کے جواب اپنے امام ابو حنیفہ کا قول پیش کر دیتے جن کے وہ مقلد ہیں۔ نہ ان کو کسی غیر کے قول پیش کرنے کا حق ہے نہ استدلال کا، اسلئے کہ صاحب درمختار لکھتے ہیں **الفتوی علی قول الامام مطلقا** یعنی صرف امام ابو حنیفہ کے قول سے فتویٰ کا جواب دینا چاہیے اور رسالہ مذکورہ میں بتلایا گیا ہے کہ ادلہ اربعہ چار ہیں......(۱) قرآن، (۲) حدیث، (۳) اجماع، (۴) قیاس۔ مصنف مجیب نے نہ تو کوئی قرآنی آیت پیش کی نہ کوئی صحیح حدیث، نہ اجماع امت نقل کیا نہ اپنے مجتہد کا قیاس پھر بتلائے کہ جب دلیل کے ہر چہار اقسام کا رسالہ میں وجود ہی نہیں ہے تو وہ چیز تسلیم میں کب آ سکتا ہے علاوہ بریں قرآن و حدیث کا اپنی دلیل میں پیش کرنا یا اس سے استدلال کرنا مجتہد کا کام ہے نہ مقلد کا۔ حالانکہ حنفیہ مانتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ عرصہ سے بند ہو چکا ہے۔ پھر آج کل کوئی مجتہد تو ہو نہیں سکتا ہاں مقلد ہوں گے لہذا مقلد کا کام استدلال از قرآن وحدیث نہیں ہو سکتا اس بنا پر مجیب بدایونی کا دو چار ٹوٹی پھوٹی حدیثیں پیش کرنا یہ بھی ان کے منصب کے خلاف ہے کیونکہ قیاس کا ان کو حق نہیں۔ اٹھا کر دیکھئے تو کہیں امام غزالی کا قول پیش کیا ہے اور کہیں سیوطی کا، یہ تو انھوں نے اپنے منصب کے خلاف کیا۔ السعید ٹریکٹ نمبر۲: مولوی محمد ابو القاسم بنارسی، ص:۲، ۳، مطبوعہ سعید المطالع بنارس ۱۳۳۰ھ۔

نے بھی اس میں رائے نہ دی ہو تو مقلد اگر لائق و ماہر ہو تو اپنے مذہب کے اصول استنباط و تخریج کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیات و احادیث سے کام لے سکتا ہے وہ احکام جو ارشادات ظاہری سے مستنبط ہوتے ہیں ان کے لئے اجتہاد کی ضرورت نہیں ان کو آیات و احادیث سے سمجھ لینا بشرطیکہ حکم امام مذہب کے مخالف نہ ہو تو تقلید کے منافی نہیں۔ اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے سے یہ لازم نہیں کہ ایسے احکام جو الفاظ ظاہرہ آیات واحادیث سے ثابت ہوں وہ بھی مقلد نہ مانے اور ان پر استدلال نہ کرے یہ ہرگز ہرگز منصب تقلید کے خلاف نہیں ہے یوں ہی دوسرے مذاہب کے مجتہدین بلکہ ان کے علماء محققین معتمدین مقلدین کے اقوال سے بھی احتجاج واستدلال کرنا بے شک درست وصحیح ہے اس میں کچھ بھی تقلید کی مخالفت نہیں لیکن اسی وقت جبکہ وہ حکم اپنے مذہب کے امام کے قول منصوص یا اپنے مذہب کے قول محقق و مفتی بہ سے مخالفت نہ رکھتا ہو ان سب باتوں کی تصریح ہمارے یہاں کی کتب فقہ میں موجود ہے پس مطلقاً یہ کہہ دینا کہ مقلدین کو حدیث یا دوسرے مذہب کے عالموں کا کوئی قول کسی مسئلہ میں پیش کرنا اپنے منصب سے تجاوز کرنا ہے ایک مضحکہ خیز بچوں کی سی بات ہے۔ معمولی کتب فقہ ومناظرہ دیکھو ہمیشہ سے تمام مقلدین مذہب کا یہی تعامل و دستور ہے آپ اپنی طرف سے خواہ مخواہ ان پر ایسے الزام کا بار کیوں ڈالنا چاہتے ہیں۔

مسلم الثبوت کی عبارت کو آپ کے اس خیال سے کیا علاقہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ مقلد نے جس خاص مسئلہ میں جس امام کی تقلید کی ہے اس مسئلہ میں اس مقلد کا مابہ الاستناد اس مجتہد کا قول ہوتا ہے نہ اس مقلد کا ظن اور نہ اس مجتہد کا ظن۔ اس کا مطلب یہ کون سی لغت سے ایجاد کیا ہے کہ مقلد کو ہر ہر جزئی مسئلہ میں سوائے قول امام کے کوئی حدیث یا اور کوئی قول پیش کرنا بالکل شان تقلید کے خلاف ہے یوں ہی درمختار کا قول **الفتوی علی قول الامام مطلقاً** (ترجمہ: فتوی مطلقاً امام کے قول پر ہوگا) جو پیش کیا ہے اس کا مطلب ایک ادنی سا طالبعلم سمجھ سکتا ہے کہ جب امام صاحب اور ان کے شاگردوں میں اختلاف ہو تو امام کا قول مفتی بہ ہوگا نہ وہ جو آپ خواہ مخواہ انمل بے جوڑ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں صرف امام

کا قول پیش کرنا ضروری ہے ثانیاً یہ قول بھی کلیہ نہیں ہے۔ بہت سے مسائل میں دیگر ائمہ کے قول پر بھی فتویٰ دیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے ردالمحتار دیکھئے۔ افسوس معمولی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ”رسالہ جواز عرس میں نہ کوئی صحیح حدیث پیش کی نہ اجماع امت نقل کیا نہ مجتہد کا قیاس“۔ اس کا حال ناظرین آئندہ ملاحظہ کرلیں گے۔

عرس کا ثبوت -

ہمارے رسالہ (فتوی جواز عرس) میں سوال نمبر ۱، ۲، ۳ میں ثبوت عرس پر بحث تھی اس بحث میں ایک حدیث پیش کی گئی جس سے ثبوت عرس سالانہ پر علماء کرام استدلال کرتے رہے ہیں اس کے جواب کے متعلق بنارسی صاحب نے بڑا زور لگایا آخر الٹے منہ کے بل گرے وہ روایت یہ ہے:-

اخرج ابن جرير عن محمد بن ابراهيم قال كان النبى صلى الله عليه وسلم يأتى قبور الشهداء على رأس كل حول فيقول سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار. (۲)

ترجمہ:- علامہ ابن جریر نے محمد بن ابراہیم سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور اہل قبور کو مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ تم پر سلامتی ہو کہ تم نے صبر کیا، آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

آپ (بنارسی صاحب) فرماتے ہیں......

نہ معلوم اس سے ثبوت عرس مروجہ کا کیونکر ہوتا ہے یہ تو فقط زیارت قبور پر دال ہے۔ (۳)

---

(۲) تفسیر طبری، ج ۱۳/ص ۱۴۲، دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

(۳) مجیب بدایونی نے عرس کے ثبوت میں پہلے ایک روایت ابن مردویہ وغیرہ کی پیش کی ہے جو تفسیر ابن جریر وغیرہ میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احد کے شہداء کے مقابر پر ہر سال تشریف لاکر فرماتے **سلام علیکم بما**

بقیہ اگلے صفحہ پر......

مہربان! اعراس کا اصل مفہوم یہی زیارت قبور ہے باقی رہا اس روایت سے عرس مروج سالانہ کا ثبوت اس کو لفظ ''علی رأس کل حول'' ثابت کر رہا ہے۔ رہیں آپ کی یہ باتیں کہ جشن لہو ولعب منایا جاتا ہے، رنڈیوں کا ناچ، قوالوں کا گانا ہوتا ہے، مرد وعورتوں کا خلط ملط ہوتا ہیں وغیرہ وغیرہ تو یہ اصل عرس میں جس کی بحث ہے ہرگز داخل نہیں۔ افسوس علم وعقل سے لگاؤ ہوتا تو ایسی بے تکی نہ کہتے اور ان خرافات حرام باتوں کی بنا پر مطلقاً عرس کو حرام کہنے سے شرم کرتے مگر تم کیا کرو اجتہاد کی ڈینگ اور استدلال کا دعویٰ شتر بے مہار بنائے ہوئے ہے۔ سنئے اگر کسی امر مباح میں کوئی شخص اپنی ایجاد و مذاق طبع سے کوئی امر مذموم کرنے لگے تو اس سے اس اصلی امر مباح میں کوئی خرابی نہیں آتی ہم آپ کو انہیں بزرگ کا ایک فتویٰ سناتے ہیں جن کو آپ مانعین عرس سے بتاتے ہیں ذرا شرم سے کام لینا اور غیرت دار ہو تو پھر منہ نہ اٹھانا مگر نہیں شرم و حیا غیرت ولحاظ سے تمہیں کیا کام، دیکھو فتاوائے عزیزی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رقمطراز ہیں

> رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر محض بنا بر زیارت و استغفار بروند ایں قدر از روئے روایات ثابت است و در تفسیر ''درّ منثور'' نقل نمودہ کہ ہر ہر سال آنحضرت ﷺ بر مقابر می رفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور می نمودند لہٰذا قدر ثابت و

صبرتم فنعم عقبی الدار الخ نہ معلوم کہ اس سے ثبوت عرس مروجہ کا کیونکر ہوتا ہے یہ تو فقط زیارت قبور پر دال ہے اور زیارت قبور کا حکم خود آنجناب سے منقول ہے زوروا القبور فانھا تذکرکم الآخرہ یعنی قبروں کی زیارت کرو اس سے آخرت یاد آتی ہے یہ تو برعکس ہے اس حالت کے جو ان دنوں عرس میں ہوتی کہ خوب جشن منایا جاتا ہے، روشنیوں کی دھوم، شربتوں کا دور، رنڈیوں کا ناچ، قوالوں کا گانا وغیرہ وغیرہ واہیات مزخرفات ہوتا ہے بھلا اس سے آخرت یاد آتی ہے یا آخرت سے دوری اور غفلت ہوتی ہے اور دنیاوی عیش ونشاط میں مشغول ہونا ہوتا ہے پس اُس حدیث سے عرس کا استدلال یوں ہی ہے جیسے کوئی کہے زمین گول ہے اس لئے کہ چاول سفید ہے۔ سبحان اللہ! یہ ہمارے مقلدین بھائیوں کا استدلال ہے سچ ہے اُن کو معلوم کیا کہ استدلال کس جانور کا نام ہے اور کیونکر ہوتا ہے کیونکہ وہ تو مجتہد نہیں۔

السعید ٹریکٹ نمبر ۲: ابوالقاسم بنارسی، ص: ۳۰، ۳۴ مطبوعہ سعید المطابع بنارس ۱۳۳۰ھ۔

مستحب است دوم آنکہ بہئیت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند ایں قسم معمول درزمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیراکہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل میشود۔ سوم طور جمع شدن بر قبور ایں است کہ مردمان یک روز معین نمودہ ولباس ہائے فاخرہ مثل روز عید پوشیدہ مثل روز عید شادماں شادماں بر قبر ہا جمع میشوند رقص مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور وطواف کردن قبری نمایند ایں قسم حرام وممنوع است۔ (۴)

ترجمہ: سال میں کسی معین دن قبور پر جانے کی تین صورتیں ہیں

ا۔ کسی معین روز ایک شخص یا دو شخص بغیر کثیر لوگوں کے اجتماع کے زیارت اور استغفار کی غرض سے قبور پر جائیں تو یہ احادیث سے ثابت شدہ ہے تفسیر درمنثور (للسیوطی) میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال قبروں پر تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لئے دعاء استغفار فرماتے یہ طریقہ ثابت ہے اور مستحب ہے۔

۲۔ اجتماعی طور پر کثیر لوگ (قبور مسلمین پر) جمع ہوں اور قرآن کریم کا ختم کریں اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کریں تو اگر چہ یہ قسم رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ مبارک میں موجود نہیں تھی، اگر کوئی ایسا کرتا ہے (یعنی مزارات پر جمع ہو کر شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کرتا ہے) تو اس میں (از روئے شرع) کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ طریقہ برا نہیں ہے بلکہ زندوں اور مردوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

---

(۴) فتاوی عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ۔ص: ۲۰۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ۔

۳۔ کسی معین روز لوگ روز عید کی طرح مسرور و شادماں بہترین لباس زیب تن کر کے جمع ہوں اور مزامیر کے ساتھ رقص کریں اور دیگر ممنوع بدعتوں کا ارتکاب کریں جیسے قبروں پر سجدے کرنا ان کا طواف کرنا تو یہ طریقہ حرام و ممنوع ہے۔

بنارسی صاحب ہم شاہ صاحب کے اس فتوی کی تینوں قسموں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ ممنوعات شرعیہ سجدۂ قبر، طواف قبر، لہو و لعب با مزامیر و آلات ملاہی حرام۔ مگر آپ کہیے آپ کا تو کلیجہ الٹ گیا ہوگا، حواس باختہ ہو گئے ہونگے کہ یہ کیا غضب ہوا، ہم تو شاہ صاحب کو مانعین عرس سے سمجھتے تھے اور شاہ صاحب بہ ہیئت اجتماعیہ و ختم کلام اللہ بہ تعین یوم اور مع مجمع کثیر اور مع فاتحہ شیرینی و طعام کو ''دریں قسم قبح نیست'' کہہ رہے ہیں ذرا آنکھ ملانا اور ایمان سے کہنا کہ مانعین عرس کے ایسے ہی اقوال ہوتے ہیں اور یہ بھی بتانا کہ آیا آپ بھی اس قسم پر قبح نیست کا حکم لگاتے ہیں یا شاہ صاحب کو گمراہ بتاتے ہیں ناظرین ہم نے شاہ صاحب کے اور قول بھی ''فتاوائے جواز عرس'' میں پیش کئے تھے جن کی نسبت بنارسی صاحب فرماتے ہیں:۔

اس کے بعد آپ نے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے دو قول تعین زیارت قبر و عرس کے ثبوت میں بغیر حوالہ کتاب پیش کیا ہے جس سے اُس کا بے بنیاد ہونا خود ظاہر ہے۔ (۵)

ہمارے مہربان کو شاہ صاحب کا صریح قول دیکھ کر جب کوئی چارہ نہ رہا تو آپ سمجھے کہ بے بنیاد کہہ کر چھوٹ جاؤں سنئے جس قول کو آپ بے بنیاد کہہ رہے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے شاہ صاحب سوال عشرہ کے نویں جواب میں جو مولوی عبدالحکیم پنجابی کے رد میں ہے، فرماتے ہیں:۔

آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدائے ثواب و

(۵) السعید ٹریکٹ نمبر ۲: ص: ۴، مطبوعہ سعید المطابع بنارس ۱۳۳۰ھ۔

تلاوت قرآن و دعاء خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں میباشد از دار العمل بدار الثواب۔ (٦)

ترجمہ:- قبور صالحین کی زیارت اور ان سے حصول برکت انہیں تلاوت قرآن کریم کا ثواب پہنچانا نیز دعائے خیر اور شیرینی و کھانا تقسیم کرنا یہ امر مستحسن ہے باتفاق علماء یہ طریقہ بہتر ہے اور عرس کا دن اس لئے متعین کیا جاتا ہے کہ یہ دن ان حضرات (صالحین) کے دار العمل (دنیا) سے دار الثواب (آخرت) کی طرف کوچ کرنے کو یاد دلاتا ہے۔

بنارسی صاحب جس قول کو آپ بے بنیاد کہتے ہیں ہم نے اس کا حوالہ دے دیا اب فرمایئے شاہ صاحب کی نسبت کیا فتویٰ ہے؟

ناظرین رسالہ! اب ایک طلسم کھلتا ہے جس سے آپ کو علمائے نجدیہ کی حقانیت و ثقاہت کا حال معلوم ہو جائے گا۔ ہمارے بنارسی دوست نے اپنے اکابر کے طریقہ پر اپنے استدلال ممانعت عرس میں شاہ عبد العزیز صاحب کا قول فتاوائے عزیزیہ جلد اول سے نقل کیا اور جاہل طائفہ سے خوب داد علم و کمال پانے کا حق جتایا مگر ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے مہربان کا اسی استدلال میں بھانڈا پھوٹ گیا اور ساری قلعی کھل گئی۔ بنارسی صاحب نے شاہ صاحب کے قول کو خوب تراش خراش کر وہابیت کی قینچی سے کاٹ چھانٹ کر اپنا مفید مطلب اتنا فقرہ اپنی دیانت کے سانچے میں ڈھالا کہ

علاوہ بریں شاہ صاحب اسے سخت بدعت فرماتے ہیں فتاوی عزیزی جلد اول میں ہے برائے زیارت قبور روز معین نمودن بدعت است واصل زیارت جائز و التزام روز عرس نیز بدعت است۔ (۷)

---

(٦) فتاویٰ عزیزی۔ص:۵۲، مطبوعہ مجتبائی دہلی ١٣١١ھ

(۷) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص:۴، مطبع سعید المطابع بنارس ١٣٣٠ھ

ترجمہ:- زیارت قبور کے لئے دن متعین کرنا بدعت ہے اور اصل زیارت جائز ہے اور عرس کے دن کا التزام کرنا بھی بدعت ہے۔

واہ بنارسی صاحب واہ، اِدھر اُدھر کی عبارت چھوڑ کر یہ بیچ کا ٹکڑا خوب پکڑا اصل عبارت ہم سے سنئے اور اپنی حیلہ سازی کو پانی پی پی کر کوسیئے فتاویٰ عزیزی صفحہ ۹۴ سطر ۱۹ پر ہے

برائے زیارت قبور روز معین نمودن ایں بدعت است واصل زیارت جائز وتعین وقت در سلف نبود ایں بدعت از اں قبیل است کہ اصلش جائز است وخصوصیت وقت بدعت مانند مصافحۂ بعد العصر است کہ در ملک توران وغیرہ رائج است و روز عرس برائے یاد دہانیدن وقت دعا برائے میت اگر باشد مضائقہ نباشد لیکن التزام آں روز نیز بدعۃ است از ہماں قبیل کہ گذشتہ (۸)۔

ترجمہ:- زیارت قبور کے واسطے دن معین کرنا بدعت ہے اصل زیارت جائز ہے سلف صالحین کے دور میں وقت کا تعین (زیارت قبور کے لئے) نہیں تھا۔ یہ بدعت اس قبیل سے ہے کہ جس کی اصل جائز ہے اور وقت کی خصوصیت بدعت ہے یہ (تعین روز) عصر کے بعد مصافحہ کی طرح ہے جو ملکِ توران وغیرہ میں رائج ہے۔ عرس کا دن اگر میت کے واسطے دعا کا مذکر (یاد دلانے والا) ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس روز کا التزام کرنا بھی بدعت اسی قبیل سے ہے جس کا ذکر گزر گیا (یعنی بدعت مستحسن ومباح ہے)۔

ناظرین رسالہ! اب آپ کے سر فیصلہ ہے بنارسی صاحب نے یہ کہہ کر شاہ صاحب اسے سخت بدعت فرماتے ہیں جو مغالطہ یا فریب دینا چاہا تھا اسے خود شاہ صاحب کا فقرہ ''ایں بدعت از اں قبیل است کہ اصلش جائز است'' (یہ بدعت اس قبیل سے ہے جس کی اصل

(۸) فتاویٰ عزیزی - شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، ص: ۹۴، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ۔

جائز ہے) خرمن نجدیت کو برق جاں سوز بن گیا اور یہ بیچ والا آپ کا پسندیدہ فقرہ لیکن التزام آں روز نیز بدعت ہے گذشتہ سے پیوستہ ہوکر از ہماں قبیل کہ گذشتہ کے ساتھ اس کے استحسان کو ثابت کر رہا ہے کہئے

یہ کیسا امتحان جذب دل الٹا نکل آیا
ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بنارسی صاحب آپ ہی کی پیش کردہ دلیل سے جواز عرس ثابت ہو گیا دیکھی مقلدین کی استدلالی قوت۔ حق ہے **الحق یعلو و لا یعلی۔**

آپ کی پونجی تو اتنی ہی تھی جو پرکھ لی گئی اب ہم آپ کو اور ثبوت بھی دیتے ہیں لمعات اور مجمع الروایات کی عبارتیں تو پہلے ہی لا جواب رہیں اور جن پر آپ نے کچھ منھ بگاڑ ا تھا اور دانت بسورے تھے وہ اب ممتنع الجواب ہوگئیں اور سنئے سراج الہدایہ میں ہے

ویحتاط فی ساعة نقل الروح فان ارواح الموتی یاتون فی ایام العرس فی کل عام فی ذلک الموضع فی تلک الساعة فان بذلک تفرح ارواحھم وان فیه تاثیرا بلیغا۔

ترجمہ:- روح کے (دنیا سے) منتقل ہونے کی ساعت میں احتیاط کی جائے کیونکہ مردوں کی ارواح ایام عرس میں ہر سال اس جگہ اور اسی ساعت میں (انتقال کی ساعت میں) آتی ہیں اس لئے کہ اس سے ارواح خوش ہوتی ہیں اور اس میں عمدہ تاثیر ہے۔

ایسی ہی عبارت ''**توضح الھدی باعمال التقی**'' مصنفہ علامہ احمد بن محمد فاروقی میں ہے۔ شاہ صاحب خود عرس کے قائل ہیں اور بنارسی جی آپ ان کو بڑے زور سے مانعین عرس سے بتاتے ہیں لیجیے اب آپ کا چیلنج تو **ھباء منثورا** ہو گیا تعین ہر سال زیارت قبور خود حدیث سے اور تعامل صحابہ سے ثابت آخر دور میں خاندان شاہ صاحب دہلوی سے ثابت ہاں سجدہ، طواف، مزامیر، ناچ وغیرہ کو جو آپ نے عرس فرض کرلیا یہ آپ

کی کمی عقل وعلم ہے اوران باتوں کے ثبوت کا حدیث وقرآن سے چیلنج دے دیا یہ آپ کی چالاکی اور بد دیانتی ہے اب آپ کواور آپ کی کل پارٹی کو چیلنج اور شدید ڈبل چیلنج ہے کہ نفس عرس کا جس کی اس وقت بحث ہے یعنی زیارت قبور بجمع مسلمانان اور بہ تعین سال کا حرام ہونا قرآن یا حدیث صحیح سے ثابت کردیں اگر اہل حدیث ہونے کی شرم وعزت ہے لیکن یادرہے کہ تاقیامت پیش نہیں کرسکتے ،**ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا** (اگرچہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوجائیں) اس وقت بطور جواب ترکی بہ ترکی اسی قدر مختصر پر اکتفا ہے اگرضرورت ہوئی تو پھر دیکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قبول حق کی توفیق دے ہماری تو یہی دعا ہے آمین۔

استمداد قبور –

چوتھا سوال متعلق استمدادقبور کے جواب میں ایک حدیث پیش کی گئی تھی کہ حضرت عمر کے زمانہ میں جب قحط پڑا تو قبر نبی کریم سے استمداد کی گئی۔ ناظرین یہ عجیب وغریب لطیفہ ملاحظہ کریں کہ اس پر بنارسی صاحب اپنی محدثانہ قابلیت جتانے کوفرماتے ہیں:-

> یہ حدیث دراصل دارمی صفحہ ۲۳ میں ہے لیکن غیر صحیح اور سخت ضعیف۔(۹)

---

(۹) سائل کا چوتھا سوال استمدادبالقبور کے متعلق تھا آپ نے اس کو جائز کہا اور دلیل میں شاہ ولی اللہ صاحب کی قرۃ العینین سے ایک حدیث پیش کی کہ حضرت عمر کے وقت میں قحط پڑا تو لوگ آنحضرت ﷺ کی قبر کے پاس حاضر ہوئے الخ یہ حدیث دراصل دارمی ص:۲۵ میں ہے لیکن غیرصحیح اور سخت ضعیف۔ اس کی سند میں ایک راوی عمرو بن مالک النکری ہے حافظ ابن حجر اس کو لــه اوهــام کے ساتھ متصف کرتے ہیں دوسرا راوی ابوجوزا ہے حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں **فی اسناده نظر** وہ جس سند میں آتا ہے وہ قابل قبول نہیں ہوتی ۔السعید ٹریکٹ نمبر۲: مولوی محمد ابوالقاسم بنارسی ،ص ۲۰ ،مطبوعہ سعید المطالع بنارس ۱۳۳۰ھ۔

بنارسی صاحب نے دارمی کی جس حدیث کو غیر صحیح اور سخت ضعیف کہا ہے وہ حدیث درج ذیل ہے:

حدثنا ابوالنعمان، ثنا سعید بن زید ثنا عمرو بن مالک النکری حدثنا ابو الجوزاء اوس بن عبداللّٰہ قال قحط اھل المدینۃ قحطاً شدیدا فشکوا الی عائشۃ فقالت انظروا قبر النبی ﷺ فاجعلو امنہ کوا الی السماء حتی لا یکون بینہ وبین السماء سقف قال ففعلوا فمطرنا مطرا حتی نبت العشب و

بقیہ اگلے صفحہ پر......

مہربان سچ کہنا کبھی دارمی دیکھی بھی ہے یا یوں ہی سنا سنایا خصم کے مقابلہ میں لکھ مارا جس کے سبب آج سر بہ گریباں ہوتے ہو سنو اور اپنی حدیث دانی کی غلطی اور عوام کو مغالطہ دہی پر متنبہ ہو کر افسوس کرو ہم نے یہ حدیث پیش کی تھی کہ

اصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ

سمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق.

ترجمہ: ہم سے ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا اہل مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے لوگ اپنی شکایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی کے پاس لے گئے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نبی کریم ﷺ کی قبر انور کو دیکھو اور اس قبر میں آسمان کی جانب ایک سوراخ کرو یہاں تک کہ آسمان اور قبر کے درمیان کوئی چھت وغیرہ نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا پس ہمارے اوپر باران رحمت نازل ہوئی یہاں تک کہ سرسبز و شادابی ہو گئی اور اونٹ اتنے موٹے ہو گئے کہ کثرت چربی سے ان کے جسم پھٹنے لگے اور اس کا نام ہی عام الفتق پڑ گیا۔ (سنن دارمی: امام ابو محمد عبداللہ بن بہرام الدارمی، ج:۱/ص: ۴۳،۴۴، باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ۔)

بنارسی صاحب حدیث مذکور کے روای عمرو بن مالک النکری کے متعلق کہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے ان کے متعلق کہا ہے لہ اوھام :تو کسی راوی کے متعلق لہ اوھام کہنا اس کے غیر ثقہ ہونے پر دال نہیں ہے، بخاری و مسلم کے کتنے ہی رجال ایسے ہیں جن کے متعلق لہ اوھام کہا گیا ہے تو کیا وہ سب غیر ثقہ ہیں؟ مثلاً خالد بن یزید زیاد، مصعب بن المقدام، ربیع بن یحیٰ وغیرہ جو صحیحین کے رجال ہیں ان کو لہ اوھام کہا گیا ہے حالانکہ یہ سبھی حضرات ثقہ ہیں۔

علامہ محمود سعید ممدوح اپنی تالیف ''رفع المنارة لتخریج احادیث التوسل والزیارة'' میں کتاب الثقات کے حوالہ سے لکھتے ہیں واما عمرو بن مالک النکری فقد وثقہ ابن حبان (ترجمہ: عمرو بن مالک النکری کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے)۔ پھر آگے لکھتے ہیں: عمرو بن مالک النکری وھو ثقة کما قال الذھبی (عمرو بن مالک النکری ثقہ ہیں جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے)۔ (رفع المنارة : محمود سعید ممدوح ص: ۲۵۶، ۲۵۹، دار الامام الترمذی)

بنارسی صاحب نے ابوالجوزاء کو بھی ضعیف کہا ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے ان کے متعلق علامہ محمود سعید ممدوح رقمطراز ہیں: وابو الجوزاء ھو اوس بن عبداللہ البصری ثقہ احتج بہ الجماعة وقد تکلم فی سماعہ من ام المومنین عائشة رضی اللہ عنہا والصواب اثبات سماعہ. (ابوالجوزاء وہ اوس بن عبداللہ البصری ہیں، ثقہ علماء کرام کی ایک جماعت نے ان سے احتجاج کیا ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے سماع میں کلام کیا گیا مگر صحیح یہ ہے کہ ان کا سماع ان سے ثابت ہے۔ (مرجع سابق)

علامہ محمود سعید ممدوح آخر میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور کی سند حسن ہے یا صحیح ہے اور اس کے رجال مسلم کے رجال ہیں سوائے عمرو بن مالک النکری کے جو ثقہ ہیں۔

ناظرین غور فرمائیں کہ بنارسی صاحب نے جس حدیث کے رواۃ پر جرح کی ہے، ان کی جرح کو جب تحقیق کے معیار پر پرکھا گیا تو ان کی جرح بے بنیاد ثابت ہوئی اگر چہ مصنف فتاویٰ جواز عرس نے اس حدیث سے استدلال بھی نہیں کیا ہے۔

تعالیٰ عنه فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یا رسول اللّٰه استسق اللّٰه لامتک فانهم قد هلکوا فاتاه رسول اللّٰه ﷺ فی المنام فقال ائت عمر فاقرئه السلام واخبره انهم مسقون وقل له علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه فاخبره فبکی عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ثم قال یارب ما الو الا ماعجزت عنه(۱۰)۔

ترجمہ:- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا تو ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ سے اپنی امت کی سیرابی طلب فرمایئے لوگ ہلاک ہو چکے، تو حضور اکرم ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ ان سے میرا سلام کہنا اور ان کو باخبر کرنا کہ وہ سیراب کر دیئے جائیں گے اور ان سے کہنا کہ وہ دانائی کو لازم پکڑیں۔ وہ شخص عمر فاروق کے پاس آیا اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو حضرت عمر رو پڑے اور کہا اے پروردگار! میں عمداً کوتاہی نہیں کرتا مگر جس چیز سے عاجز ہو جاؤں۔

آپ نے السعید نمبر ۲ کے صفحہ ۴ سطر ۱۹ر پر اس کا ترجمہ خود یہ کیا ہے حضرت عمر کے وقت میں قحط پڑا تو لوگ آنحضرت کی قبر کے پاس حاضر ہوئے الخ اور دارمی صفحہ ۲۵ مطبوعہ کانپور پر یہ حدیث ہے قال قحط اهل المدینه قحطا شدیدا فشکوا الی عائشة (۱۱)۔الخ (ترجمہ: مدینہ منورہ میں ایک زبردست قحط پڑا لوگوں نے حضرت عائشہ

---

(۱۰) وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ: نورالدین علی بن احمد السمہودی، ج:۴/ص:۱۳۷۷،۱۳۷۶، الفصل الثالث فی توسل الزائر و تشفعہ بہ ﷺ مطبع احیاء التراث العربی۔

(۱۱) دیکھئے حاشیہ نمبر (۹)۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی)۔

اب ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ ہماری پیش کردہ حدیث اور یہ حدیث کیا ایک ہی ہے اور بنارسی صاحب کی حدیث دانی کہاں تک صحیح ہے ہم جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کو چھوڑ کر اور عوام کو مغالطہ دے کر دوسری حدیث کے رواۃ پر جرح کرنا اور طرّہ یہ کہ اس پیش کردہ حدیث کو جس کا ترجمہ خود ''حضرت عمر کے وقت میں'' لکھ چکے ہیں۔ یہ حدیث سمجھ لینا کہاں تک صحیح دماغ کا کام ہے بنارسی صاحب خفا نہ ہونا ہم آپ کو دوستانہ صلاح دیتے ہیں کہ جو لکھا کرو اور جس کتاب کا حوالہ کسی سے پوچھ پاچھ کر دیا کرو وہ کتاب یا اس کا اردو ترجمہ اور شرح ضرور دیکھ لیا کرو۔

اس کے بعد جو آپ نے راویوں وغیرہ کی جرح کی ہے اس کا جواب دینا ہمیں کچھ ضروری نہیں کیونکہ وہ تو اس حدیث دارمی کے متعلق ہے جو دارمی میں صفحہ ۲۵/ پر ہے اس میں بیشک عمرو بن مالک النکری اور ابو جوزا راوی ہے مگر ہماری پیش کردہ حدیث اور دارمی صفحہ ۲۵ والی حدیث ایک نہیں یہ آپ کی غلطی و نادانی ہے نہ میرا کلام دارمی والی حدیث میں ہے بلکہ جو حدیث میں نے پیش کی ہے وہ علماء حدیث کی صحیح مانی ہوئی ہے۔ چنانچہ بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

علامہ سمہودی خلاصۃ الوفا میں اسکے متعلق فرماتے ہیں کہ

> **رواہ البیھقی من طریق الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار و رواہ ابن ابی شیبۃ بسند صحیح عن مالک الدار** ۔(اس حدیث کو امام بیہقی نے مالک الدار سے بطریق اعمش روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے مالک الدار سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)۔(۱۲)

اس کے بعد آپ نے ایک چھکڑا بھر الفاظ جمع کر کے ایک عجب بے ربط استدلال کیا

---

(۱۲) وفاء الوفاء: نورالدین علی بن احمد السمہودی، ج:۴/ص:۱۳۷۴، دارالاحیاء التراث العربی بیروت

ہے جو شاید غیر مقلدین کا خاصہ ہوگا۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں اور بنارسی صاحب کی قابلیت پر افسوس کریں۔

> علاوہ اس کے سند کے ضعیف ہونے کے اس کا متن بھی ضعیف ہے کیونکہ خلاف واقع ہے وجہ یہ ہے کہ معارض ہے اس صحیح حدیث کے جو صحیح بخاری وغیرہ میں منقول ہے کہ حضرت عمر کے عہد میں جب قحط پڑا تو انھوں نے عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے پانی مانگا تھا آنحضرت کی قبر کے پاس تک نہ گئے تھے۔(۱۳)

بنارسی صاحب خفا نہ ہونا سچ کہنا یہ عبارت آپ ہی نے لکھی ہے اگر ایسا ہے تو مہربانی فرما کر غور فرمایئے کہ ''کیونکہ خلاف واقع ہے'' کیسا مزہ دار فقرہ ہے اور اس کی یہ دلیل کہ یہ واقعہ اس واقعہ کے معارض ہے کہاں تک قانون علم مناظرہ کے مطابق ہے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور دوسرے صحابی نے وہ کیا تو اس میں تعارض کیا ہوا۔ اجتماع النقیضین کا استحالہ کیا لازم آیا آپ کی یہ منطق دانی اور اصول حدیث دانی تو بس آپ کی علمیت کی تصویر ہے۔ مہربان اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت فاروق نے قبر نبی کریم سے توسل نہیں کیا بلکہ عم نبی ہی کا وسیلہ پکڑا تب بھی استمداد عن القبور کی حرمت وعدم جواز ثابت نہیں نہ ان کا یہ فعل دوسرے صحابی کے اس فعل کو ممنوع وغلط ٹھہرا سکتا ہے ایک صحابی نے ایک طریقہ پر عمل کیا اور دوسرے نے دوسرے پر دونوں صحیح۔ ایسے مقام پر دوسرے کو ناجائز کہنا اور ایسی خیالی بنا پر دوسری حدیث کو غلط ٹھہرا دینا آپ ہی جیسے عقل والوں کا کام ہے۔ لوگوں کا قبر نبی کریم سے استمداد کرنا، حضرت فاروق کا اس پر مطلع ہونا برابر ثابت ہے چنانچہ اسی حدیث کے آخر میں وارد ہے پس حضرت عمر کا اس کو امر مستحسن سمجھنا اور لوگوں کو اس سے منع نہ کرنا بھی اس کے جواز کا کافی ثبوت ہے اگر یہ امر ناجائز ہوتا تو ہرگز شانِ فاروقی سکوت روا نہ رکھتی۔ لہٰذا دونوں حدیثیں اپنے مقام پر صحیح اور ان

---

(۱۳) السعید ٹریکٹ نمبر۲، ص:۴،۵، رسعید المطابع بنارس ۱۳۳۰ھ

میں تعارض ثابت کرنے والا تخیلات پر حکم منصوصات لگانے والا ہے یا بقول آپ کے یہ کہنے والا ہے کہ

"زمین گول ہوتی ہے اس لئے کہ چاول سفید ہے"۔

بچے بھی ہنسیں سن کے وہ ایسی ہی کہیں گے
جو بات کہیں گے سو انوکھی ہی کہیں گے

دوسری دلیل استمداد کی حضرت نابغہ صحابی کا یہ شعر تھا

الا یا عوننا لو تسمعونا (۱۴)　　　　فیا قبر النبی و صاحبیہ

(ترجمہ: اے نبی اکرم اور آپ کے دونوں جانثاروں کی قبر اے ہمارے مددگار کاش ہمیں سنیں)

اس کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ

> وہ نہ آپ کے ادلہ اربعہ ہیں نہ ہمارے اصول کے مطابق لہٰذا وہ کسی طرح قابل حجت نہیں۔(۱۵)

بنارسی صاحب سنئے ہم اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد و اقوال کو قابل حجت سمجھتے ہیں اور اس کو ادلۂ اربعہ میں سے مندرج اتباع حدیث رسول جانتے ہیں۔ ایک صحابی کا قول مجمع اصحاب کرام میں ان کا تسلیم و پسند کیا ہوا ہمارے اور ہمارے سنّی بھائیوں کے لئے کافی حجت ہے۔ وہابیہ ان پر اپنی بیبا کی سے حکم کفر و شرک جاری کریں تو ان کو یہ اختیار ہے۔

پھر آپ بڑے زور سے لکھتے ہیں

> ہم کہتے ہیں کہ اگر باسند صحیح یہ ثابت ہو جائے کہ نابغہ نے حضرت کی قبر سے مدد چاہنے کا شعر پڑھا تو خلاف حضرت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **لا تتخذوا قبری عیدا. اللھم لا تجعل قبری**

---

(۱۴) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ابن عبدالبر، ج:۴/ص:۵۱۸، دارالجیل، بیروت ۱۴۱۲ھ

(۱۵) دوسری دلیل آپ نے نابغہ کے شعر سے پیش کی ہے وہ نہ آپ کے ادلہ اربعہ میں ہے نہ ہمارے اصول کے مطابق، لہٰذا وہ کسی طرح قابل حجت نہیں ہے۔ السعید ٹریکٹ نمبر۲، ص:۵

وثنایعبد من بعدی (۱۶)۔(ترجمہ:- میری قبر کو عید مت بناؤ، اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پرستش میرے بعد کی جائے)۔

بنارسی صاحب چودھویں صدی میں آپ کا کفر و شرک کا فتویٰ خیر القرون والے صحابہ پر ضرور نافذ ہوگا۔ توبہ توبہ آپ کے خیال کے موافق وہ غریب جاہل احادیث سے کب باخبر تھے اور آپ کی چمر توحید سے کب واقف تھے۔ اب اس زمانہ میں آپ جیسے فاضل حدیث داں پیدا ہوئے کہ صحابہ پر خلاف حکم نبی کریم کرنے کا فتوی لگانے کو مستعد ہیں۔ میاں! ایمان کی خیر مناؤ، نیچے نیچے کی بین کھاؤ حد سے مت بڑھو۔ **اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی** (۱۷) (ترجمہ: میرے صحابہ کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرنا) کو پیش نظر رکھو **لا تتخذوا قبری عیدا** سے استدلال تو جناب کے علم و فضل کی پوری تصویر ہے ہاں صاحب اس کے کیا معنیٰ ہیں ذرا بیان تو کیجیے اور محققین شراح حدیث کی عبارتوں پر نظر ڈال کر اور اس حدیث کی

---

(۱۶) مرجع سابق ص:۵۔

(۱۷) **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذو ھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و امن ابغضھم فبغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللّٰہ ومن اٰذی اللّٰہ یوشک ان یا خذہ.** (ترمذی: **ابواب المناقب عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : باب من سب اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم**)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو! (ان کے متعلق کوئی غلط بات مت کہنا) میرے بعد ان کو نشانہ مت بنانا جس نے ان (صحابہ کرام) سے محبت کی تو اس نے میری محبت کے سبب ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض وعداوت رکھا تو مجھ سے بغض رکھنے کے باعث ان سے بغض و کینہ رکھا اور جس نے ان کو ایذا و تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی تو عنقریب اللہ اس سے مؤاخذہ کرے گا۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ...... **قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تسبوا اصحابی لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما ادرک مداحدھم ولا نصیفہ.** (صحیح مسلم: **کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابہ**) ترجمہ: رسول اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے متعلق زبان درازی نہ کرنا، انھیں برا بھلا نہ کہنا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردو (اللہ کی راہ میں) تو ان کے (صحابہ کے) نہ ایک مد کے برابر ہوگا نہ نصف مد کے برابر۔

تفسیر کو دیکھ کر اپنی نجدی تفسیر کو پیش کیجئے کیا واقعی **لا تتخذوا قبری عیدا** کے یہی معنیٰ ہیں کہ بعد وفات مجھ سے مدد نہ چاہنا اور **لا تجعل قبری و ثنا یعبد** کا یہی مفہوم ہے کہ مجھ سے اپنے درد دکھ میں مدد نہ چاہنا۔ ابھی کچھ دنوں شرح مائۃ عامل یا نحو میر سمجھ کر پڑھو پھر عربی فقرہ کے ترجمہ کا حوصلہ کرنا افسوس قابلیت کی یہ حالت اور جرأت اتنی بڑی کہ صحابہ پر خلاف حکم نبی کریم کرنے کا فتویٰ۔

بنارسی صاحب اب آپ جس طریقے کے مدعی ہیں اسی طریقے پر کلام ہے سنئے

یہ حدیث معتبر نہیں اس حدیث کا راوی عبداللہ بن نافع ہے جو مجروح ہے مناسک میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں **قال البخاری فی حفظه شی** (ترجمہ: بخاری نے کہا اُن کا حافظہ کمزور تھا) امام احمد بن حنبل نے فرمایا **لم یکن بذاک فی حدیث** امام ابوحاتم نے فرمایا **ھو لیس فی حفظه** وہ (یعنی عبداللہ بن نافع) حفظ میں معتبر نہیں۔ (۱۸)

---

(۱۸) برتقدیر تسلیم اگر یہ حدیث صحیح ہو جیسا کہ امام ابوداؤد، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، امام نسائی نے روایت کیا ہے تو بھی بنارسی صاحب کا مدعی اس سے ثابت نہیں ہوتا اس لئے اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو بنارسی صاحب سمجھتے ہیں بلکہ اس کے محدثین کرام نے متعدد مطلب بیان کئے ہیں۔

علامہ علی قاری مرقات میں **لاتجعلوا قبری عیدا** کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

ای لاتجعلوا زیارۃ قبری عیدا اولا تجعلو اقبری مظھر عید فانه یوم لھو و سرور وحال الزیارۃ خلاف وقیل یحتمل ان یکون المراد الحث علی کثرۃ زیارۃ ولا یجعل کالعید الذی لایاتی فی العام الامرتین قال الطیبی: نھاھم عن الاجتماع لھا اجتماعھم للعید نزھۃ و کانت الیھود والنصاری تفعل ذلک بقبور انبیائھم فاورثھم الغفلة والقسوۃ. (مرقات شرح مشکوۃ، ج:۳/ص:۱۱، کتاب الصلوۃ: باب الصلوۃ علی النبی وفضلھا، فیصل پریس دیوبند، ۲۰۰۵ء)

یعنی میری قبر کی زیارت کو نمائش مت بناؤ یا میری قبر کو عید کا مظہر نہ بناؤ جو لہو ولعب اور سرور انبساط کی شکل میں ہوتا ہے اور زیارت کا حال اس کے برخلاف ہے (وہ لہو ولعب نہیں ہے) اور **لا تجعلوا قبری عیداً** کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کثرت زیارت پر برانگیختہ کرنا ہے کہ میری قبر کی زیارت کو عید کی طرح مت بناؤ جو سال میں صرف دو مرتبہ آتی ہے۔ امام طیبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پر ایسے اجتماع سے منع فرمایا ہے جو عید کے دن تفریحی اور زینت کے طور پر ہوا کرتا ہے اور جو یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء کی قبور پر کیا کرتے تھے جس سے ان میں غفلت و قساوت قلبی پیدا ہوئی۔

بقیہ اگلے صفحہ......

اس کے بعد آپ نے دو اردو کے شعر لکھے ہیں آخری شعر یہ ہے

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم

یہ حضور اقدس پر کھلا ہوا افترا ہے آپ وعید **من کذب علی** الخ (۱۹) کے کیوں مستحق نہ ہوں اور کذابین میں آپ کا شمار کیوں نہ ہو، **نعوذ باللہ منہ** علاوہ افترا کے یہ دربار رسالت میں گستاخی بھی ہے بیشک یہ ہم سب کا ایمان ہے کہ حضور اقدس اپنے رب کے بندے ہیں لیکن اور بندوں میں اور ان میں کیسا عظیم فرق ہے۔

ناظرین! یہاں آ کر سارے مضمون کا نچوڑ ہو گیا اور وہ ہی تو ھب کی دبی دبائی آگ بھڑک اٹھی جس کا خاصہ ہے کہ جس طرح ہو سکے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنا جیسا آدمی ثابت کر کے تمام مراتب و مراسم تعظیم و آداب اٹھا دو۔

مہربان من بنارسی صاحب! ہم مسلمانوں میں کوئی دس برس کا بچہ بھی حضور کو خدا نہیں کہتا اس کے ساتھ ہی اپنا جیسا بشر کہنا بھی روا نہیں رکھتا یہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور خدا کے عبد مگر ایسے عبد جن کے واسطے کہا جاتا ہے **اسری بعبدہ** (۲۰) کیوں صاحب عبدیت عبدیت تو برابر پھر کبھی آپ کو بھی معراج ہوئی، ہاں کبھی آپ کے ہاتھ سے بھی چشمے جاری ہوئے کبھی آپ

پچھلے صفحہ کا بقیہ:۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ اور امام طیبی کی صراحت کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث سے اہل قبور سے استمداد و استعانت کا انکار ثابت نہیں ہوتا بلکہ قبر نبی کو نمائش گاہ بنانے سے منع کیا گیا ہے اور **لا تجعلوا قبری وثنا یعبد** (میری قبر کو بت نہ بناؤ کہ جس کی عبادت کی جائے) کا مطلب عیاں ہے کہ حضور نے اپنی عبادت سے روکا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی جاہل سے جاہل بھی حضور کی عبادت نہیں کرتا ہے بلکہ ان کو **عون الٰہی** کا مظہر سمجھ کر ہی استمداد و استعانت کرتا ہے جو اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔

(۱۹) **فمن کذب علی متعمدا فلیتبوأ معقدہ من النار** (جس نے عمداً میری جانب جھوٹ منسوب کیا اسے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لینا چاہیے)۔ صحیح مسلم، **باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

(۲۰) **سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی** (پاک ہے وہ ذات جو رات کے تھوڑے حصہ میں اپنے بندے محمد ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصی لے گئی)۔ الاسراء آیت ۱

بھی مزمل ومدثر وطٰہ ویٰسین ونوروبرہان وغیرہ وغیرہ القاب سے پکارے گئے؟ کیا آپ کو بھی یہ دعویٰ ہوسکتا ہے؟

ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی (۲۱) (تم میں سے کون میری طرح ہے میں رات گزارتا ہوں اس حال میں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)۔ کیا

---

(۲۱) اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے اسی مضمون کی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ: **ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واصل فی رمضان فواصل الناس فنهاهم قیل له انت تواصل قال انی لست مثلکم انی اطعم واُسقٰی** (صحیح مسلم، کتاب الصوم: باب النہی عن الوصال) رسول اللہ ﷺ نے رمضان مبارک میں صوم وصال رکھے (یعنی برائے نام سحری وافطار کے) مسلسل روزے رکھے تو لوگوں نے بھی صوم وصال رکھنا شروع کردیئے حضور نے انھیں منع فرمادیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ آپ بھی صوم وصال رکھتے ہیں تو سرکار دو جہاں نے فرمایا میں تمہارے مثل نہیں ہوں مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں: **قوله صلی اللّٰه علیه وسلم انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی معناه یجعل اللّٰه تعالی فی قوة الطاعم الشارب وقیل هو علی ظاهره انه یطعم من طعام الجنة کرامة له والصحیح الاول لانه لواکل حقیقة لم یکن مواصلاً** حاشیہ مسلم، کتاب الصوم: باب النہی عن الوصال، زیر حدیث **انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی**. ترجمہ: امام نووی فرماتے ہیں کہ حضور کے فرمان "میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ رب العزت میرے اندر کھانے اور پینے والے کی قوت وطاقت پیدا فرمادیتا ہے اور یہ بھی قول کیا گیا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے کہ اللہ انہیں از روئے کرامت جنت کے کھانے کھلاتا ہے مگر قول اول صحیح ہے کیونکہ اگر وہ حقیقتاً کھانا تناول فرمائیں گے تو مواصل (پے در پے روزہ رکھنے والے) نہیں ہونگے۔

امام بخاری نے حدیث مذکور مختلف الفاظ میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے صحیح بخاری میں روایت کی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: **عن انس قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا تواصلوا قالوا فانک تواصل یا رسول اللّٰه قال انی لست کاحدکم ان ربی یطعمنی ویسقینی وفی الباب عن علی وابی هریرة و عائشة وابن عمر و جابر و ابی سعید و بشیر بن الخصاصیة قال ابو عیسی حدیث انس حدیث حسن صحیح.**

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صوم وصال مت رکھو صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ تو رکھتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کوئی میرے مثل نہیں ہے بیشک میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اس باب میں حضرت علی، ابو ہریرہ، عائشہ ابن عمر، جابر، ابو سعید خدری، بشیر بن الخصاصیہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی روایت ہے امام ترمذی نے کہا حضرت انس کی روایت حسن صحیح ہے۔

(ترمذی، ج:۱/ص:۹۶، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراہیۃ الوصال فی الصیام، کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

آپ کو بھی یہ کہنا جائز ہے ایکم مثلی اور پھر کہاں تمہاری ناپاک جھوٹی بندگی اور کہاں وہ انسان کامل محبوب حقیقی رب اکرم اصل العالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ تمہارے بھی وہی عقیدے ہیں جو تمہارے استاذ الاساتذہ شیخ نجدی نے شائع کئے اور کتاب التوحید میں لکھ کر قیامت تک کا عذاب اپنے سر لیا جن کی محبت وتسلیم آج سب کو بڑے میاں خلقتنی من نار و خلقته من طین (۲۲) (شیطان نے کہا: ترجمہ- تونے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا) کا خلف الصدق بنائے ہوئے ہے۔

مسلمانو! تم نے دیکھا کہ کیسے ایر پھیر کھینچ کھانچ سے حضور جان عالم مظہر تجلیات رب اکرم سے اپنی برابری اور اس سرکار والا جاہ کے دربار میں گستاخی و بے ادبی کو ظاہر کیا جا رہا ہے اس کے بعد آپ نے تصرف خاصانِ خدا پر ایک بڑی زبردست فلسفیانہ دلیل لکھی ہے جس کو سن کر افلاطون و ارسطو کا دماغ بھی چکر کھا جائے زیادہ تعریف کی کیا ضرورت ہے معزز ناظرین خود فیصلہ کرلیں گے آپ فرماتے ہیں:

> صاحب قبور اگر دوسرے کی امداد کچھ کر سکتے تو پہلے وہ اپنے سے موت کو دفع کرتے (۲۳)۔

افسوس کہ بنارسی صاحب ایک یہ موٹی سی بات بھی نہ سمجھے کہ دفع تو وہ چیز کی جاتی ہے جو طبیعت کے خلاف ہو اور خاصان خدا کو تو اپنی موت محبوب ہوتی ہے کیونکہ ان کی اس ظاہری زندگی کے بعد ان کو حیات جاوید اور مرتبہ تقرب کا کمال عطا کیا جاتا ہے۔ دوسرے موت تو ایک لازمی امر خالق ومخلوق قدیم و حادث کا فرق ہے اس کو عدم تصرف کی دلیل بنانا ایسا ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ تم پانی کیا پلاؤ گے تمہیں خود پیاس لگتی ہے، تم کھانا دوسروں کو کیا کھلاؤ گے تمہیں تو خود بھوک لگتی ہے۔

اب ہم سے سنئے ہمارا عقیدہ، ہم صاف کہتے ہیں کہ حضرات انبیاء و اولیاء بالذات مستقلاً بلا

---

(۲۲) الاعراف، آیت ۷۔

(۲۳) السعید ٹریکٹ نمبر ۲ ص: ۵، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

عطائے خداوند عالم نہ آپ کچھ نفع پا سکتے ہیں نہ دوسروں کو کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ نبی و ولی باذن اللہ مخلوق کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں اس امر کو عالم فعل میں جلوہ گر کر چکے ہیں۔ محدث جی! ذرا کتب حدیث کا ترجمہ پڑھو اور اپنی بداعتقادی کو دعا دو جس نے اس پردہ میں تمہیں آریوں کی طرح قدرتِ الٰہی کے انکار پر مجبور کر دیا ہے۔ ہم حضرات انبیاء کو نہ خدا مانیں نہ جزء خدا بلکہ عبدہ و رسولہ ہمارا ایمان ہے ساتھ ہی اس کے ان کو متصرف باذن (اذن الٰہی سے تصرف کرنے والے) و قدرت الٰہی کا مظہر جانتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے ہمارے ائمہ نے یہ سمجھا اور ہمیں سمجھایا کہ بغیر وسیلۂ دربار رسالت دم کٹی توحید کچھ کام آنے والی نہیں۔ اسی طرح حضرات اولیاء کے بھی ہمارے یہاں مراتب ہیں جو سرکار نامدار سے منقول و ماثور اور ان کو مرتبۂ تقرب و تصرف خدا کی جانب سے عطا ہونا منصوص و مشہور اور اُن کے وسیلہ سے دنیا کو برکت و فیض الٰہی کا پہنچنا مامور۔ دیکھو حدیث صحیح میں ہے کہ:

اذا تقرب عبدی الی بالنوافل کنت سمعه الذی یسمع به(۴۴) (نوافل کے ذریعہ جب میرا بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے

---

(۴۴) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ: ان اللّٰه تعالی قال من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها ولئن سألنی لا عطینه ولئن استعاذنی لا عیذنه.

ترجمہ: اللہ رب العزت کا فرمان عالی ہے (حدیث قدسی) جس نے میرے ولی سے عداوت کی تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں جب میرا بندہ میری محبوب چیز جو میں نے اس پر فرض کی ہے اس کے ذریعہ قرب حاصل کرتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پس میں اس کے کان ہو جاتا ہوں وہ ان سے سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں وہ اس سے دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں وہ اس سے پکڑتا ہے میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں وہ اس سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ سوال کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ عطا کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ المصابیح، خطیب تبریزی، ج:۱/ص:۱۹۷، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ۔

تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے)۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لن تخلوا الارض عن ثلثین مثل ابراھیم خلیل الرحمن بھم تغاثون وبھم ترزقون وبھم تمطرون. (ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین تیس ایسے حضرات سے خالی نہیں ہوگی جو (تقرب میں) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل ہوں ان کے سبب تمہاری فریاد رسی کی جائے گی اور تمہیں رزق دیا جائے گا اور ان ہی کے باعث باران رحمت نازل ہوگی۔)

کہو بنارسی مُلّا یہ کیسی وہابیت سوز بجلی گری، جھٹ انکار و تاویل کی جھونپڑی میں گھس پڑو کہہ دو میں نہیں مانتا آخر یہی ہونا ہے ''ہر چہ خواہی کن'' ہمیں ان محدثین، محققین، اکابر دین، علماء معتمدین کی پیروی کافی جو سراسر محبت سرکار نامدار سکھاتی ہے تمہیں اپنے گرو جی لال کتاب والے امام النجدین کا فرمان مبارک جو دربار رسالت سے علیحدگی و گستاخی سکھا رہا ہے جیسا کہ وہ کتاب التوحید میں لکھتا ہے:

ایھا المجانین لما تقولون باالله فایّ حاجة الی محمد والرجوع الیه.

ترجمہ: اے دیوانوں! جب تم کہتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے تو محمد (ﷺ) کی کیا حاجت رہی اور ان کی طرف رجوع کی کیا ضرورت رہی۔

استمداد عن الاولیاء کی تیسری دلیل ہمارے رسالہ میں یہ تھی کہ سمرقند میں جب قحط پڑا تو صلحائے مومنین نے قبر امام بخاری سے مدد چاہی۔ سات روز تک پانی برسا۔ اس پر بنارسی صاحب گلفشانی فرماتے ہیں:

میں پوچھتا ہوں کہ کیا امام بخاری نے وصیت کیا تھا کہ تم قحط میں میرے پاس آنا (۲۵)۔

امام بخاری سے اس امر کی وصیت منقول ہوتی تو کیا جناب تسلیم کر لیتے یا ان کا حکم سمجھ کر مقلد بخاری بن جاتے۔ بیشک بخاری سے وصیت منقول نہیں مگر مدعا صرف اتنا ہے کہ قبور اولیاء سے ہر زمانہ میں صلحائے امت نے استمداد کیا ہے اور یہ دلیل بحیثیت تاریخی واقعہ ہونے کے پیش کی گئی تھی جس سے قاضی سمرقند اور صلحائے سمرقند کا تعامل اور ایک بڑے فقیہ معتمد حنفی کا اس کو نقل اور تسلیم دکھا کر یہ مقصود تھا کہ اس مسئلہ استمداد عن القبور کا رواج و تعامل بتایا جائے پس اس کا رد جناب یا تو اس واقعہ کی تکذیب سے کر سکتے تھے یا کچھ اس کے اثر نہ ظاہر ہونے سے اس کی کمزوری کی رائے قائم کر سکتے تھے اور یوں تو جب حضور نبی کریم ہی کی قبر مطہر کو تمہارے امام صنم اکبر (بڑا بت) کہہ چکے اور تم خود اس کے عدم تصرف کے قائل ہو چکے تو غریب بخاری کا ڈھیر بقول تمہارے کس شمار میں ہے؟

چوتھی دلیل: استمداد کی ہمارے فتوے میں شاہ صاحب دہلوی کا یہ قول تھا کہ

واویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا اونمایند و ارباب حاجات در طالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند انتہی (۲۶)۔

ترجمہ: اویسی لوگ اپنے کمالات باطنی کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں اور اہل حاجات و مقاصد اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں۔

اس پر جناب بنارسی صاحب کو جب کچھ جواب نہ بن پڑا تو فرماتے ہیں:-

حالانکہ شاہ صاحب استمداد بارواح کو تو شرک جانتے ہیں فتاویٰ عزیزی جلد دوم میں ہے چناں پنداشتن کہ ایشاں در دہانیدن مطلب

---

(۲۵) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۶، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

(۲۶) تفسیر فتح العزیز، پارہ عم، سورۂ انشقت، ص: ۱۳۹، مطبع العلوم، دہلی ۱۲۶۷ھ

یا دادن مستقل اند و مرتبہ از قرب حق دارند کہ تدبیر الٰہی را تابع مرضی خود تواند ساخت و ھمیں قسم است کہ عوام بآں استمدادمی طلبند و ایں قسم شرک محض است۔ مشرکین زمانۂ جاہلیت زیادہ بریں در حق اصنام خود اعتقاد داشتند فقط (۲۷)۔

ناظرین میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرات نجدیہ کا قدیم طریقہ ہے کہ اپنے اثبات و مطلب میں ہمیشہ اقوال کو قطع و برید کر کے سند بنالیا کرتے ہیں تا کہ جاہل طائفہ میں محقق کا لقب مشہور ہو جائے مگر حضرات مقلدین بال کی کھال نکال کر ساری ملمع سازی پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ بنارسی صاحب سنئے:

چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر
آخر کو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی

آپ نے اپنے زعم میں بڑی کامیابی حاصل کی جو شاہ صاحب دہلوی کو مانعین استمداد سے ثابت کر دیا مگر آپ کی نجدیت کی اوندھی مت نے آپ کو علمیت و دیانت سے بالکل کورا ثابت کر دیا۔

سنئے، آپ نے شاہ صاحب کی اس عبارت سے حسب عادات قدیمہ بیچ کا ایک ٹکڑا لے لیا پوری عبارت شاہ صاحب کی یہ ہے:

استمداد بارواح بزرگاں دو قسم است قسمے آں ست کہ با بزرگان زندہ ہم مانند آں بعمل می آید یعنی دعائے ایشاں را اقرب الی الاجابۃ فہمیدہ ایشاں را واسطہ در خواست مطالب خود سازد و ایشاں را مرتبہ بجز توسط و الیت در ذہن خود نہ نہد و مانند عینک پندار و ھذا جائز بلا اشتباہ و قسمے آنست کہ توجہ مقصود بر ایشاں باشد چناں پندارد کہ ایشاں در دہانیدن

(۲۷) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۶، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

مطلب یا دادن آں مستقل اند (۲۸)۔

---

(۲۸) فتاوی عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فتاوی عزیزی میں ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

سوال- از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام و شہداو صلحائے عالی مقام بعد موت شان استمداد بایں طور کہ یا فلاں از حق تبارک وتعالی حاجت مرا بخواہ و شفیع من شود دعائے من بخواست درست است یا نہ۔

جواب- استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان صحابہ وتابعین نبود لیکن اختلاف است دراں کہ بدعت سیئہ است یا حسنہ ونیز حکم مختلف می شود باختلاف طرق استمداد اگر استمداد باین طریق است کہ در سوال مذکور پس ظاہراً جواز است زیرا کہ درین صورت شرک نمی آید مانند استمداد از صلحا بدعا والتجا در حال حیات۔

ترجمہ: سوال- انبیاء کرام و اولیاء عظام اور شہداء و صالحین کی وفات کے بعد اس طور پر مدد طلب کرنا کہ اے فلاں اللہ تبارک و تعالیٰ سے میری حاجت روائی فرمایئے اور آپ میرے سفارشی بن جایئے اور میرے حق میں دعا فرمایئے آیا یہ استمداد درست ہے یا نہیں؟

جواب- اموات سے استمداد کرنا خواہ قبور کے پاس ہو یا دور بلاشبہ بدعت ہے۔ صحابہ اور تابعین کے دور میں نہیں تھی لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ اور استمداد کے اطوار کے مختلف ہونے سے حکم بھی مختلف ہوگا، اگر استمداد اس طریقہ پر کی جائے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو یہ واضح طور پر جائز ہے کیونکہ اس طریقہ میں کوئی شرک نہیں یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ صالحین سے ان کی ظاہری حیات میں دعا و التجا کے ذریعہ استمداد ہوتا ہے۔

(فتاوی عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص:۹۴، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ)

امام ترمذی اپنی جامع میں حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں: **ان رجلا ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع اللّٰہ ان یعافینی قال ان شئت دعوت وان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضأ فیحسن وضوءہ ویدعوا بھذا الدعا اللّٰھم انی اسالک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللّٰھم فشفعہ فی.**

الف: جامع ترمذی، ج:۲/ص:۱۹۷، ابواب الدعوات کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

ترجمہ: ایک نابینا شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے عرض کیا (یارسول اللہ) آپ اللہ سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے (عدم بصر سے) عافیت عطا فرمائے حضور نے ارشاد فرمایا کہ تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر چاہے تو صبر کر اور یہ تیرے لئے بہتر ہے اس نے کہا آپ دعا فرمایئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ اچھے طریقے پر وضو کرے پھر یہ دعا کرے: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری جانب تیرے نبی محمد مصطفیٰ نبی رحمت کے واسطے سے متوجہ ہوتا ہوں اے محمد مصطفیٰ (ﷺ) میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف اپنی ضرورت میں متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو۔

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں **ھذا حدیث حسن صحیح غریب**

بقیہ اگلے صفحہ پر......

ترجمہ: بزرگان دین کی ارواح مقدسہ سے استمداد کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ بزرگ زندوں کے مثل کام آتے ہیں یعنی ان کی دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہے اور ان کو اپنے مطالب و مقاصد میں یہ سمجھ کر واسطہ بنادے کہ یہ بارگاہ خداوندی کے قرب کے لئے ایک ذریعہ و واسطہ ہیں تو یہ قسم بلاشبہ جائز ہے دوسری قسم یہ ہے کہ تمام تر توجہ ان پر رکھے اور ان کو ایسا گمان کرے کہ مقصد برآری میں یا کچھ دینے میں یہ مستقل ہیں (تو یہ ناجائز و کفر ہے)۔

بنارسی صاحب غالباً آپ کو اہل سنت کا مذہب معلوم نہیں، سنئے تمام اہل سنت اولیاء اللہ کو وسیلہ واسطہ ہی جانتے ہیں اور ان سے مطالب و حاجات کی طلب ان کو خاصان خدا، وسیلۂ فیض سمجھ کر کرتے ہیں بیشک حسب فرمودۂ شاہ صاحب جو کسی ولی کو مستقل مالک سمجھے اور حقیقتاً ان کو بلا اذن خدا متصرف جانے مانے وہ کافر ہے یہ تو ہمارے ہاں کا اجماعی مسئلہ ہے

ب: الحصن الحصین :المنزل الخامس :من ورد یوم الاثنین صلوۃ الحاجۃ ص:۱۵۱، مطبع نجم العلوم لکھنؤ ۱۳۰۶ھ۔ امام الجزری نے اس حدیث کو امام ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور مستدرک کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔

ج: مسند احمد بن حنبل، ج:۴/ص:۱۳۸، موسسہ قرطبہ، قاہرہ۔

بعض منکرین استمداد کہتے ہیں کہ یہ دعا فقط حضور کی حیات ظاہری میں پڑھنا درست تھی اب نہیں مگر ان کا خیال باطل ہے کیونکہ جمہور علماء کرام اس اختصاص کو نہیں مانتے وہ حدیث میں عموم کے قائل ہیں۔ حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے بعد اس دعا کا پڑھنا صالحین سے ثابت ہے بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف نے خلافت عثمانی میں یہ دعا ایک شخص کو تلقین فرمائی۔

اماطبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عتبہ بن غزوان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا ضل احدکم شیئا او اراد احدکم عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباداللّٰہ اغیثونی، یا عباداللّٰہ اغیثونی یا عباداللّٰہ اغیثونی فان للّٰہ عباد لا نری ھم. المعجم الکبیر: امام طبرانی، ج:۱۷/ص:۱۱۷، مکتبہ العلوم والحکم الموصل ۱۹۸۳ء

ترجمہ: جب کوئی شی گم ہو جائے یا کوئی شخص ایسی جگہ چلا جائے جہاں کوئی انیس و غمخوار نہ ہو اور وہ مدد کا طلبگار ہو تو پکارے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری فریاد رسی کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنھیں ہم نہیں دیکھتے ہیں۔ مسئلہ استعانت و توسل کی تفصیل کے لئے دیکھئے احقاق حق: از سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۲۰۰۷ء۔

اس سے آپ نے شاہ صاحب کا مانعین استمداد سے ہونا کہاں ثابت کر دیا ہم شاہ صاحب سے ان دونوں قسموں میں متفق ہیں مگر آپ کا مطلب اس قطع و برید سے بھی نہ نکلا نہ آپ کی مراد ثابت ہوئی یاد رکھئے جواب میں ایک امر فرض کر کے اپنی طرف سے جدا حکم لگانا جہالت کی دلیل ہے۔

لطیفہ - شاہ صاحب اور ان کے خاندان نے وہابیہ کو عجب جھگڑے میں ڈال رکھا ہے نہ چھوڑے بنتی ہے نہ پکڑے۔ جتنی باتوں کو یہ وہابی بدعت و شرک بتاتے ہیں وہ سب اس خاندان میں سلفا خلفا مشیخت کا تمغہ اور صوفیت کا جلوہ سمجھ کر مستعمل ہیں تحریروں میں مسلم ہیں مگر ان کو مشرک کافر کہتے جی دہلتا ہے اور مسلمانوں پر ان ہی باتوں سے کفری فتویٰ چلتا ہے، نعوذ باللہ منہ۔

پانچویں دلیل استمداد کی ہمارے رسالہ میں قاضی ثناء اللہ صاحب کا یہ قول تذکرۃ الموتی سے نقل کیا گیا کہ ارواح ایشاں......

یہ بھی لاجواب رہا اور بنارسی صاحب کو بغلیں جھانکنی پڑیں مگر ایسے حیادار کب تھے جو خموش رہتے فرماتے ہیں:-

> آپ نے قاضی ثناء اللہ صاحب کا قول پیش کیا ہے حالانکہ آپ مالا بدمنہ میں یوں فرماتے ہیں: سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء و اولیاء و طواف گرد قبور کردن و دعا از آنہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیز ہا از اں بکفرے رساند (۲۹)۔
>
> ترجمہ:- انبیاء و اولیاء کی قبروں کی جانب سجدہ کرنا، قبور کے گرد طواف کرنا، ان سے دعا مانگنا، ان کے واسطے نذر پیش کرنا حرام ہے بلکہ اس میں سے بعض چیزیں کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔

مہربان! اول تو گذارش یہ ہے کہ جب جواب لکھنے کا حوصلہ کیا تھا تو اصول مناظرہ کسی سے

---

(۲۹) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۶، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

پوچھ لیے ہوتے ہماری دلیل الزامی کارد کیایوں ہوسکتا ہے کہ آپ دوسرا قول پیش کردیں یا تو ہمارے پیش کردہ قول کو آپ غلط ثابت کیجئے کہ وہ ان کا قول نہیں یا اس سے ان کا رجوع ثابت کیجئے یا تذکرۃ الموتی کو ان کی مصنفہ ہونے سے نکالیے اور جب آپ اس سے قاصر ہیں تو تذکرۃ الموتی اور مالا بدمنہ کو لڑائیے جایئے آپ جانیں اور قاضی صاحب، ہمارے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ ان کا قول دعا از انہا خواستن و نذر برائے آنہا کردن حرام است اسی استمداد کے متعلق ہے جس کو شاہ عبدالعزیز صاحب کہہ رہے ہیں کہ ''چناں پنداشتن کہ ایشاں مستقل اند'' اور اس میں ہمارا کلام ہی نہیں ہم تو اپنا مذہب بار بار بتا چکے۔

چھٹی دلیل ہمارے فتوے میں آپ کے امام مولوی اسمٰعیل کا یہ قول پیش کیا گیا تھا اور صراط المستقیم کا حوالہ دیا گیا تھا کہ وہ لکھتے ہیں:-

قومی دیگر در عرض حاجات بر مزار مبارک نشستہ دریں اثناء بروح پرفتوح

ان کی نسبت آپ بڑی گھبراہٹ میں لکھتے ہیں:-

حالانکہ مولانا کی تقویۃ الایمان ایسی ہی شرک و بدعات کی تردید میں ہے۔

بنارسی صاحب کیا صراط مستقیم مولوی اسمٰعیل کی نہیں اور اس میں ہمارے پیش کردہ اقوال موجود نہیں، آنکھیں ملا کر جواب دو اور پورے مُلاّ ہو تو مولوی اسمٰعیل اور شاہ صاحب اور اُن کے خاندان پر بھی شرک کا فتوی لگاؤ یا دانت پیس کر بوکھلا اٹھو کہ ہائے گروجی، یہ تم کیا کہہ گئے اب تو کچھ بنائے نہیں بنتی۔

بنارسی صاحب! ان دونوں قولوں کا جواب دو ہم نے یہ قول بطور الزام صرف اس لیے پیش کئے تھے کہ اسماعیلیوں کو سر اٹھانے کی جگہ نہ رہے حالانکہ آپ کے لکھ دینے سے جواب نہیں ہو گیا اگر ایسے ہی جواب دو گے تو معلوم ہو گیا کہ تم بالکل کورانہ تقلید کے عادی ہو ورنہ ہر شخص جس کو سمجھ سے ذرا سا بھی حصہ ملا ہے خصم کے مقابلہ میں ایسے جوابات جائز نہ رکھے گا الا من سفہ نفسہ۔

حضرات مجوزین استمداد و توسل -

ہم آپ کو مزید توضیح کے لئے اتنا اور بتائے دیتے ہیں کہ استمداد عن اولیاء اللہ بحمد اللہ ہر طرح ثابت کتب احادیث و سیر و کلام اس سے مالا مال اور ہم اپنی مقلدانہ حیثیت سے بھی علمائے مذاہب اربعہ خصوصاً فقہائے حنفیہ کے بے شمار اقوال رکھتے ہیں اگر آپ نے پھر لب ہلایا اور ضرورت ہوئی تو مفصل بات چیت ہوگی اس وقت چند ناموں پر اکتفا کرتے ہیں اس وقت تفصیل کے لئے گنجائش نہیں۔

(۱) ائمہ حنفیہ سے صاحب مختار الفتوی اور اس کے شارح جو متقدمین حنفیہ سے ہیں باب الزیارۃ میں، (۲) علامہ علی قاری کتاب زیارۃ النبی میں، (۳) علامہ طرابلسی مناسک میں، (۴) علامہ کرمانی مناسک میں، (۵) علامہ ابو اللیث سمرقندی مناسک (فارسی) میں، (۶) شیخ حسن شرنبلالی امداد الفتاح میں، (۷) شاہ ولی اللہ انتباہ میں، (۸) ائمہ شافعیہ سے امام نووی اذکار، مناسک شرح مہذب میں، (۹) علامہ تقی الدین سبکی شفاء السقام میں، (۱۰) علامہ قسطلانی مواہب میں، (۱۱) علامہ سیوطی مستقصی میں، (۱۲) علامہ سمہودی خلاصۃ الوفاء میں، (۱۳) علامہ ابن حجر الجواہر المنظم میں، (۱۴) علامہ سراج الدین بلقینی سے سوال کیا گیا: **فاشفع لقائلها یا من شفاعته– لکل من هو مکبوت و مکبول** علامہ نے سائل کو سخت ملامت کی اور یہ تحریر فرمایا: **کیف لا نسالہ ھو وسیلتنا و وسیلتہ ابینا آدم.** ترجمہ: کیسے ہم ان سے سوال نہ کریں وہ ہمارے اور ہمارے باپ آدم (علیہ السلام) کا وسیلہ ہیں۔

(۱) مالکیہ سے علامہ ابن حاج مدخل میں، (۲) علامہ ابو عبداللہ بن نعمان **مصباح الظلام فی المستغثین بخیر الانام** میں، (۳) علامہ ابوداؤد **کتاب البیان والانتصار** میں۔

ائمہ حنبلیہ میں اس وقت صرف ایک ایسے شخص کا نام لیتا ہوں جس پر ہمارے ناظرین کو تعجب ہوگا اور بنارسی صاحب تو ان کو مجوزین استمداد سن کر اچھل پڑیں گے۔

سنئے وہ تمام وہابیوں کے مسلم لیڈر ابن تیمیہ صاحب ہیں ان کا فتویٰ جواز استمداد میں ہے کہو بنارسی صاحب ہم تو پیش کریں مگر تم نے پھر کچھ کروٹ لی تو یہی تحفہ پیش کیا جائے گا اور سنئے چند اسماء حضرات اکابر اسلام کے ملاحظہ ہوں:۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت عمر، حضرت ام المومنین صدیقہ، حضرت مولیٰ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس، حضرت سواد بن قارب، حضرت عکاشہ، حضرت عثمان بن حنیف، حضرت نابغہ جعدی، حضرت عقبہ بن غزوان اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم، بسبب اجماع سکوتی۔

بعد کے طبقہ اور قرن صحابہ سے بعد والے حضرات میں حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن المنکدر، حضرت امام علی موسیٰ رضا، علامہ ابن ابی فدیک استاد امام شافعی، خود امام شافعی، امام ابوبکر بن المقری، علامہ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، صاحب معاجم ثلثہ ابن الجلاء، علامہ حاتم اصم، امام محی الدین ابوزکریا، یحییٰ بن شرف، محمد بن حرب ہلالی، امام ابوبکر بن شیبہ، حضرت عبداللہ بن محمد استاد بخاری، ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی، ابن سنی صاحب کتاب عمل الیوم واللیلہ، قاضی عیاض، مالکی صاحب شفا، شہاب الدین احمد بن محمد البرنسی المعروف بزروق شارح کتاب الحکم، شیخ ابوالعباس حضرمی، شیخ عبدالرحمٰن بن علی البغدادی المکنی بابی الفرج، علامہ عبدالرؤف مناوی شارح جامع صغیر فی حدیث البشیر والنذیر، ابوالشیخ عبداللہ بن حبان مولف العظمۃ، ابوبکر اقطع، حافظ شمس الدین محمد بن الجزری صاحب حصن حصین، شیخ ابراہیم طرابلسی صاحب مواہب الرحمٰن، علامہ سخاوی شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن مولف مقاصد حسنہ، علامہ واقدی صاحب فتوح الشام، ابونصر صباغ، ابن نجار بغدادی، ابن عساکر دمشقی، ابوحامد علامہ محمد بن محمد غزالی صاحب احیاء، علامہ محمد بن عبدالواحد معروف بہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر، حسن بن منصور بن محمود فخر الدین قاضی خاں، شیخ الاسلام ابن شاہین خیر الدین رملی صاحب فتاوی خیریہ، موفق الدین بن قدامہ نجم الدین احمد بن ہمدانی صاحب رعایۃ الکبریٰ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن مفلح صاحب فروع برماوی، صاحب دلائل

واضحات فی اثبات الکرامات فی الحیوۃ و بعد الممات، شیخ الاسلام ابن شحنہ، شیخ عبدالباقی مقدسی، شیخ احمد غنجی، شیخ الاسلام برہان الدین ابراہیم بن جمعان، حافظ عبداللہ بن سعد ابی جمرہ شارح بخاری، ابن اثیر صاحب نہایہ، شیخ حسن عدوی صاحب نفحات النبویہ، سید احمد حموی صاحب نفحات القرب والاتصال، شیخ عبدالوہاب شعرانی، علامہ شامی صاحب رد المحتار، علامہ سعد الدین تفتازانی، شیخ شرف الدین بوصیری صاحب قصیدہ بردہ، ابن المقبد صاحب مناسک المشاہد، کمال الدین زملکانی صاحب عمل مقبول، علامہ امام فخر الدین رازی، علامہ عبداللہ بن عمر قاضی بیضاوی، علامہ عبداللہ نسفی صاحب کنز و مدارک، مولانا جامی، محدث دہلوی وعلمائے خاندان شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، مولوی رفیع الدین صاحب ومولوی مخصوص اللہ صاحب، حضرت سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول صاحب صاحب تصحیح وبوارق، مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کشفی صاحب اشباع الکلام، مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب لکھنوی، مولوی تراب علی صاحب لکھنوی صاحب سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح، حضرت تاج الفحول سیدنا فقیر نواز شاہ محبّ الرسول مولانا مولوی حاجی محمد عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ۔

بنارسی صاحب یہ وہ اسماء کرام ہیں جن کی عبارتیں اور سندیں کتب اہل سنت میں مشہور ومطبوع ہیں دیکھو تصحیح المسائل وغیرہ مصنفات حضرت سیف اللہ المسلول اور اردو دیکھنے کا شوق ہوتو وسیلہ جلیلہ مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری اور حیات الموات جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہ وغیرہ کا مطالعہ کیجئے (۳۰)۔

---

(۳۰) علامہ شیخ تقی الدین السبکی ''شفاء السقام'' میں لکھتے ہیں: انّ التوسل بالنبی ﷺ جائز فی کل حال قبل خلقہ وبعد خلقہ فی مدۃ حیاتہ فی الدنیا وبعد موتہ فی مدۃ البرزخ وبعد البعث فی عرصات القیامۃ. شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: علامہ تقی الدین سبکی، الباب الثامن فی التوسل والاستغاثۃ والتشفع بالنبی ﷺ، ص:۱۲۰، الدائرۃ المعارف النظامیۃ بحیدرآباد ۱۳۱۵ھ

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانا ہر حال میں جائز ہے خواہ آپ کی خلقت سے پہلے وسیلہ بنایا جائے یا خلقت کے بعد دنیوی زندگی میں آپ کی ذات کو وسیلہ بنایا جائے یا وصال کے بعد عالم برزخ کی مدت میں یا بعث کے بعد میدان قیامت میں آپ کو وسیلہ بنایا جائے۔

بقیہ اگلے صفحہ پر……

علامہ تقی الدین السبکی علیہ الرحمہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں: قال رسول اللہ ﷺ لما اقترف ادم علیہ السلام الخطیئة قال یا رب اسألک بحق محمد لما غفرت لی فقال اللہ یا ادم و کیف عرفت محمدا و لم اخلقه قال یا رب لانک لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت راسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوباً لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعرفت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال اللہ صدقت یا ادم انہ لاحب الخلق الی اذا سألتنی حقه فقد غفرت لک ولو لا محمداً ما خلقتک قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد. (شفاء السقام ،ص:۱۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انھوں نے عرض کیا اے میرے رب میں تجھ سے محمد (ﷺ) کے واسطے سے سوال کرتا ہوں میری بخشش فرما دے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا اے آدم تو نے محمد کو کیسے پہچان لیا ابھی تو میں نے انھیں پیدا بھی نہیں کیا ہے (ظاہری طور پر) تو حضرت آدم نے کہا اے پروردگار جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے اندر اپنی روح پھونکی ، میں نے اپنا سر اٹھایا تو تیرے عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کے نام کو ملایا ہے جو مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا یہ مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں جب تو نے ان کے واسطے سے مانگا ہے تو میں نے تیری مغفرت کر دی اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

امام حاکم نے فرمایا اس حدیث کی سند صحیح ہے اس حدیث کو علامہ ابن حجر الہیتمی نے اپنی تالیف "الجوھر المنظم فی زیارة القبرا لشریف النبوی المکرم" میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے نیز ہر حال میں حضور علیہ السلام و اولیاء عظام سے توسل و استمداد کو جائز قرار دیا ہے، دیکھئے الجوہر المنظم ،ص:۱۴۸، دار جوامع الکلم القاہرہ۔

علامہ ابن حجر الہیتمی آگے لکھتے ہیں: والمستغاث به فی الحقیقة ھو اللہ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم واسطة بینه و بین المستغیث فھو سبحانه مستغاث به والغوث منه خلقاً وایجادا والنبی مستغاث والغوث منه سببا و کسبا. (الجوہر المنظم ،ص:۱۵۱)

حقیقتاً مدد کرنے والا اور فریاد رسی کرنے والا اللہ جل شانہ وعم نوالہ ہے اور نبی اکرم ﷺ اللہ اور مدد طلب کرنے والے کے مابین وسیلہ و واسطہ ہیں لہٰذا اللہ مستعان و مستغاث ہے اور اس کی مدد اپنی تخلیق کردہ ہے اور نبی مستعان و مستغاث اسی معنی میں ہے کہ ان کی مدد کسبی اور ذریعہ ہے۔ علامہ احمد بن محمد القسطلانی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ کو وسیلہ بنانا، ان سے استمداد و استعانت کرنا ان کو اللہ کی بارگاہ عالی میں اپنا شفیع بنانا درست ہے پھر آپ نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور کی ذات اطہر کو ظاہری حیات میں بھی وسیلہ بنانا صحیح ہے اور ان سے مدد طلب کرنا جائز و درست ہے۔ دیکھئے المواہب اللدنیہ ج:۴/ص:۵۹۳، الفصل الثانی: بحث فی التوسل، پور بندر گجرات۔

علامہ محمود سعید ممدوح اپنی تالیف "رفع المنارة لتخریج احادیث التوسل والزیارة" میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو بارگاہ خداوندی میں وسیلہ بنانا تمام مذاہب ائمہ میں پسندیدہ ہے۔ اجلۂ علماء کرام اس کے قائل ہیں نیز ائمہ حنابلہ توسل نبی کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے "رفع المنارة لتخریج احادیث التوسل والزیارة" ص:۱۹،۳۰، دار الامام الترمذی القاہرہ۔

مصنف رسالہ حضرت مولانا عبد الماجد قادری بدایونی قدس سرہٗ نے حضرات مجوزین استمداد و توسل کے اسما کی جو طویل فہرست تحریر کی ہے اختصار کے پیش نظر ہم نے چند علماء کرام کے اقوال ان کتب سے نقل کر دیئے جس کو تفصیل مطلوب ہو وہ سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ کی تالیفات تصحیح المسائل، بوارق محمدیہ، احقاق حق، سیف الجبار وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

اب ہم چند عبارتیں بھی آپ کو سناتے ہیں تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ صرف نام کتابوں سے نقل کر دیئے سنئے امام عبداللہ بن نعمان کتاب سفینة النجاء لاهل الالتجاء میں تحریر فرماتے ہیں

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زيارة قبور الصالحين محبوبة لاجل التبرک مع الاعتبار فان بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت فی حياتهم والدعاء عند قبور الصالحين والتشفع بهم معمول به عند علماء المحققين من ائمة الدين (۳۱)۔

معتمد ذی علم محققین کی یہ تحقیق ہے کہ برکت کی غرض سے قبور صالحین کی زیارت کرنا پسندیدہ ہے کیونکہ صالحین کی برکت ان کی وفات کے بعد بھی جاری و ساری ہے جیسا کہ ان کی ظاہری حیات میں ہوتی ہے صالحین کی قبروں کے پاس دعا مانگنا اور ان کو شفیع بنانا دین کے محقق علماء کرام کا معمول ہے۔

توضیح الہدی باعمال التقی میں ہے

وقد وجدنا اجتماع خواص عبادالله تعالى عند مقابر العلماء والمشائخ انما هو لاجل الفاتحة وقرأة القران والدعا والاستغاثة بارواحهم فی قضاء حوائجهم الدينية وقد جربوا ذلک مرارا كثيرا.

علماء کرام ومشائخ عظام کے مقابر پر ہم نے اللہ کے مخصوص بندوں کا اجتماع پایا اور وہ اجتماع فاتحہ تلاوت قرآن کریم، دعا اور ان کی ارواح مقدسہ سے اپنی دینی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہوتا اور اس کا انھوں

---

(۳۱) **سفينة النجاء لاهل التجاء** یہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی۔

نے بارہا تجربہ کیا۔

علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:۔

واما الاولیاء فانھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالی ونفع الزائرین بحسب معارفھم واسرارھم(۳۲)۔

بہر حال اولیاء کرام تقرب الی اللہ اور زائرین کو اپنے اسرار و معارف کے ذریعہ نفع بخشنے میں یکساں نہیں ہوتے۔

ملاحظہ ہو لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے

وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام رغما لانف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد من الاولیاء الذین نقلوا من ھذہ الدار الفانیۃ الی الدار الباقیۃ ھم احیاء عند ربھم ولکنھم لایشعرون.

ہم نے اس مقام پر (استمداد کے جواز کی بحث میں) کلام کو طویل کیا ہے۔ منکرین استمداد کے انکار کے باوجود کیونکہ دور حاضر میں کچھ مٹھی بھر لوگ ایسے ظاہر ہو چکے ہیں جو ان اولیاء عظام سے استمداد کا انکار کرتے ہیں جو دار فانی سے دار باقی کو منتقل ہو گئے وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں لیکن ان کو شعور نہیں۔

بنارسی صاحب اب اسی مسئلہ استمداد میں اس رسالہ میں ہم آپ سے رخصت ہوتے ہیں پھر ضرورت ہوگی مل جائیں گے ورنہ دعا تو یہی ہے کہ **ھداک اللہ تعالی الی سواء الطریق.**

قبر پر چادر ڈالنا۔

پانچواں سوال قبر پر چادر غلاف ڈالنے میں تھا اس کے جواب میں ہم نے اپنے فتویٰ میں ایک حدیث اور ایک فقہ کا جزئیہ نقل کیا تھا فقہ کے جزئیہ کو تو بنارسی صاحب ہضم کر گئے

(۳۲) **ردالمحتار**: علامہ محمد امین ابن عابدین، ج:۱/ص:۶۰۴، کتاب الجنائز: **مطلب فی زیارۃ القبور.**

حالانکہ خود بار بار لکھتے ہیں فقہا سے سند لاؤ، حدیث کے متعلق بنارسی صاحب لکھتے ہیں حدیث میں وجہ طلب ثوب بھی مرقوم ہے **لا تطلعوا علی القبر** یعنی تا کہ اہل قبر (مردہ) کوتم نہ دیکھو (۳۳)۔

ہم پھر آپ کو وہ حدیث سناتے ہیں تا کہ آپ کے ترجمہ کی بھی قلعی کھل جائے خاص کر **بسط علی القبر** کا ترجمہ (ایک کپڑا قبر پر آڑ کرنے کو مانگا تھا) آپ کی علمیت کو ظاہر کر دے وہ حدیث یہ ہے

> **روی ان رسول اللہ ﷺ تبع جنازۃ فلما صلی علیھا فدعا بثوب و بسط علی القبر وقال لا تطلعوا علی القبر فانھا امانۃ فربما امربہ الی النار فلیسمع صوت السلاسل انتھی** (۳۴)
>
> روایت بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے ساتھ چلے آپ نے اس کی نماز پڑھ کر ایک کپڑا مانگا اور قبر پر پھیلا دیا اور فرمایا تم قبر پر مطلع نہیں ہوسکتے میت ایک امانت ہے بسا اوقات اسے دوزخ کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ زنجیروں کی آواز سنتی ہے۔

اب فرمایئے **بسط علی القبر** اور **لا تطلعوا علی القبر** کا آپ کا ترجمہ "اہل قبر (مردہ) کوتم نہ دیکھو" ایجاد بندہ نہیں تو اور کیا ہے۔ جوش وہابیت و بے قیدی غیر مقلدین نے آپ کو حدیث میں بھی رائے لڑانے اور قول نبی کریم میں بھی اڑنگہ چلانے پر مجبور کر رکھا

---

(۳۳) پوری عبارت یوں ہے کہ "آنخضرت ﷺ نے ایک میت کا جنازہ پڑھ کر بوقت دفن ایک کپڑا قبر کے اوپر آڑ کرنے کو مانگا تھا بھلا خیال تو فرمائیں کہ اس حدیث کو اس مسئلہ سے کیا نسبت؟ سوال "از آسمان و جواب از ریسماں" حالانکہ حدیث میں وجہ طلب ثوب بھی مرقوم ہے **لا تطلعوا علی القبر** یعنی تا کہ اہل قبر (مردہ) کوتم نہ دیکھو۔
السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ابو القاسم بنارسی، ص: ۷، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

(۳۴) مختصر تذکرۃ الامام ابی عبد اللہ القرطبی: شیخ عبد الوہاب الشعرانی، باب بسط الثوب عند الدفن، ص: ۲۶، المطبعۃ العامرۃ الشرفیہ ۱۳۰۲ھ

ہے۔اس حدیث کی شرح میں علمائے محدثین کا یہ قول بھی ساتھ ہی ساتھ ہم نے لکھ دیا تھا بل یستحب بسط علی القبر للرجل والمرأۃ (۳۵) (ترجمہ: بلکہ مرد اور عورت دونوں کی قبر پر کپڑا اپھیلانا مستحب ہے)۔

اتنا لمبا فقرہ بھی آپ کو نظر نہ پڑا، یا دیکھ بھال کر ہضم کر گئے اس کے بعد فقہ کی معتبر کتاب ردالمحتار سے یہ عبارت پیش کی تھی:۔

ولکن نقول نحن الان اذا قصدبه التعظیم فی عیون العامة کی لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات. (۳۶)

ترجمہ: لیکن ہم کہتے ہیں جبکہ اس سے (قبر پر چادر وغیرہ ڈالنے) عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ صاحب قبر کی تحقیر و تذلیل نہ کریں اور غافل زائرین کو خشوع و خضوع کا حصول ہو تو یہ جائز ہے۔

کہیے اب تو مقلدانہ فرض سے سبکدوشی ہو گئی ابھی نہیں تو شرح کنز فارسی اور حدیقہ ندیہ اور بزازیہ ملاحظہ ہو کہ غلاف روشنی امور مستحسنہ مانے گئے ہیں نہ کہ مذمومہ۔

پھر آپ لکھتے ہیں

ہاں یہ دلیل آپ کو خوب ملی کہ کعبہ کو ہر سال ملبوس کیا جاتا ہے اور روضۂ اطہر کو ہر سال غلاف پہنایا جاتا ہے لہذا قبر پر غلاف چڑھانا جائز ہے (۳۷)۔

ہاں ہاں بنارسی صاحب یہ دلیل خوب ہے اور مسلمانوں کو دل سے محبوب ہے علماء حرمین اور اخیار و صلحاء امت رسول الثقلین کا یہ فعلی فتویٰ ہے اس کی خوبی میں کس کو کلام ہے **الامن سفه نفسه** اگر آپ کو تاریخ سے واقفیت ہوتی تو ایسی مضحکہ خیز بات نہ لکھتے آپ کو کیا معلوم

---

(۳۵) السعید ٹریکٹ نمبر ۲ ص: ۷، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

(۳۶) **ردالمحتار**: ابن عابدین، ج: ۵، ص: ۳۱۹، مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

(۳۷) السعید ٹریکٹ نمبر ۲ ص: ۷، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

کہ کیسے کیسے حضرات علماء وصلحا اس کو بنظر استحسان دیکھ چکے ہیں۔

اگر ان دلائل کو دیکھ کر آپ کی طبیعت پھڑک جائے دل و جان میں آتشِ غیظ و غضب بھڑک جائے تو یہ آپ کو مبارک آپ کی اس نفسانیت کی جلن سے حق بات باطل نہیں ٹھہر سکتی۔ بیشک غلاف یا چادر ڈالنا ایک فعل تعظیمی ہے اس میں تو کسی کو کلام ہو ہی نہیں سکتا پھر کعبۃ اللہ شریف کو غلاف پہنانا خود زمانہ اقدس ﷺ پھر حضرات صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں پھر سلفاً خلفاً معمول چلا آیا اس میں بھی کوئی دیندار انصاف والا کلام نہیں کر سکتا اور آنکھوں پر ٹھیکریاں رکھ کر منکر نہیں ہو سکتا۔ کتب تاریخ و سیر کے صفحات و مجلدات گواہی کے لئے موجود ہیں اسی بنا پر حضرات علماء کرام نے فرمایا **نحن نقول کان اذا قصدبه التعظیم فی عیون العامة فهو جائز** (۳۸)۔ نہیں معلوم کہ اس دلیل کے کون سے مقدمہ میں آپ کو چون و چرا ہے جس پر آپ کی طبیعت خواہ مخواہ الٹے تلووں چلنے لگے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

> افسوس نور الانوار والا ادلہ کو چار ہی تک تقسیم کر کے رہ گیا کاش ہمارے بدایونی مجیب صاحب ہوتے تو دو تو اور زیادہ کرتے کہ پانچویں قسم دلیل کی یہ ہے کہ فلاں ایسا کرتے تھے اور فلاں متاخرنے ایسا لکھا ہے اور چھٹی قسم دلیل کی یہ ہے کہ جو خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ اور کربلا معلیٰ میں ہو (۳۹)۔

افسوس آپ اتنے بڑے تحقیق کے مدعی اور اطفال نوخیز وہابیہ کے مایۂ ناز ملا ہو کر اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ یہ دونوں دلیلیں بھی انھیں چاروں میں شامل ہیں ان سے علیحدہ نہیں نہ علیحدہ کرنے کی ضرورت۔

نور الانوار کا نام لے کر آپ نے علم کی شان کا اظہار تو فرمایا لیکن اگر خود لیاقت نہ تھی تو

---

(۳۸) **ردالمحتار**: ابن عابدین، ج:۵، ص:۳۱۹، مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

(۳۹) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص:۷، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

اس کو کسی متوسط طالب علم سے ہی سمجھ لیتے، پوچھ لیتے کہ صاحب نورالانوار نے استحسانات علمائے محققین کو (خواہ وہ اہل حرمین طیبین ہوں یا کہیں اور کے) داخل فروع قیاس اور بمنزلہ اجماع وحجت قائم کیا ہے وہ کچھ اس سے الگ نہیں۔

ملاحظہ ہو نورالانوار:-

وتعامل الناس ملحق بالاجماع وقول الصحابی فیما یعقل ملحق بالقیاس و فیما لا یعقل ملحق بالسنة والاستحسان و نحوہ ملحق بالقیاس (۴۰)۔

ترجمہ: تعامل ناس اجماع کے ساتھ ملحق ہے اور قول صحابی ان چیزوں میں جو معقولی ہیں قیاس کے ساتھ ملحق ہے (یعنی قیاس کو اس میں دخل ممکن ہو) اور ان چیزوں میں جو غیر معقولی ہوں (یعنی اجتہاد کو جس میں دخل نہ ہو) سنت کے ساتھ ملحق ہیں اور استحسان اور اس کے مثل قیاس سے ملحق ہیں۔

کہو جی نورالانوار کا نام لکھ کر اب تو پچھتاوا آتا ہوگا کہ ہائے یہ کیا ہوا ہم تو نادان طائفہ میں پلاؤ قورمہ کے سامان کر رہے تھے اور خواہ مخواہ نام کتابوں کے لکھ کر ہیبت بٹھا رہے تھے اب تو بھانڈا پھوٹ گیا اور سنو امام صدر کبیر نے محیط برہانی میں لکھا ہے

لان العرف اذا استمر نزل منزلة الاجماع و کذا العادة اذا استمرت و اشتہرت.

ترجمہ: اس لئے کہ جب عرف میں استمرار ہو تو وہ اجماع کے مرتبہ میں ہوگا اور اسی طرح عادت ہے جب کہ اس میں استمرار اور شہرت ہو۔

نورالانوار میں تعامل کو ملحق بالاجماع گردانا اور محیط برہانی میں بھی عادت مستمرہ اہل اسلام اور عرف صلحائے امت خیر الانام کو داخل اجماع مانا اب وہ آپ کی لکڑی کی ہنڈیا تو

(۴۰) نورالانوار: ملاجیون، ص:۲، مطبع المجید کانپور ۱۴۰۷ھ

جل جل کر راکھ ہوگئی اور آپ کی فرضی علمیت پر خاک پڑ گئی۔ باقی رہی کعبۃ اللہ شریف کی گستاخی اور دربار مقدس مدینہ منورہ کی بے ادبی اور وہاں کے علمائے کرام کے حق میں دریدہ دہنی وہ تو حضرات وہابیہ کا نجدیہ خاص تمغہ ہے لیکن خوب یادرکھئے کہ اصحاب فیل کا عذاب **طیراً ابابیل** سے دل وجگر پاش پاش ہوا اور آپ سب وہابیہ کے ائمہ کرام نجدیہ لیام جو روضہ مطہرہ سے گستاخی کرنے چلے تھے عذاب مار سے فی النار ہوئے اور باقی جو بچے وہ تلوار شاہ روم کے پنجۂ غضب کا شکار ہوئے **نعوذ باللہ من غضب اللہ ورسولہ** پھر آپ نے فتاویٰ عزیزی کی عبارت لکھی ہے

> چادر پوشانیدن برقبر حرکت لغواست نباید کرد در حدیث است۔ **نھی رسول اللہ ﷺ ان نکسو الحجارۃ والطین** پھر جس فعل کا سلف صالحین میں کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس سے ممانعت ہے تو کیونکر جائز ہوسکتا ہے (۴۱)۔

مہربان اول تو یہ شاہ صاحب کا خیال ہے دوسرے محققین علماء کی وہ تحقیق ہے جو ہم نے نقل کی۔ ثانیاً شاہ صاحب نے یہ بات جس بناء پر کہی ہے اور حدیث پیش کی ہے اس کا ہم بھی انکار نہیں کرتے اور جس بنا پر محققین کرام حکم دے رہے ہیں اگر شاہ صاحب اس کی طرف نظر کرتے تو نہ یہ حکم دیتے نہ یہ حدیث پیش کرتے اصل حقیقت یہ ہے ذرا غور سے سنئے غلاف قبر کو شاہ صاحب نے ایسا فعل بتایا ہے جس میں کوئی مصلحت شرعی نہ ہو محض فضول، بے فائدہ ہو اور زینت واسراف کی قسم سے ہو چنانچہ لکھا ہے

> حرکت لغواست دریں سود نہ وہیچ سود نیست۔ (۴۲)
>
> (ترجمہ: حرکت لغو ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں)

پھر حدیث لکھی ہے...... **نھی رسول اللہ ﷺ ان نکسو الحجارۃ** ظاہر ہے کہ

---

(۴۱) السعید ٹریکٹ نمبر ۲ ص: ۷، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

(۴۲) فتاویٰ عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص: ۹۶۔

جب چادر غلاف صرف زینت وخوشنمائی واسراف کے طور پر ہوتو کس طرح جائز ہوگا کہ حدیث کا بھی یہی مطلب ہے اور مجوزین محققین بھی اس نیت سے جائز نہیں لکھتے بلکہ بہ نیت صالحہ دینیہ وفائدہ شرعیہ یعنی تعظیم ووقار وعزت وشوکت اولیاء کبار مقربان ومحبوبان کردگار جائز کہتے ہیں اس کو ذی عقل فضول اسراف بے سود نہیں کہہ سکتا اور حدیث **نھی رسول اللہ** ﷺ **ان نکسو الحجارۃ** بھی اس سے ہزاروں کوس دور ہے ہاں نجدی دماغ جن میں یہ مادہ گمراہی بھرا ہوا ہو کہ مقابر اولیاء ومزارات صلحا اور اصنام کفار برابر ہیں اپنی غلاظت طبع سے کچھ کا کچھ سمجھے تو اس کا علاج عذاب نار کے سوا اور کیا ہے؟

بوسۂ قبر -

جس شخص نے دیدۂ انصاف سے ہمارے فتاویٰ جواز عرس کو دیکھا ہے اگر ادنیٰ سی بھی لیاقت رکھتا ہے تو خوب سمجھ لے گا کہ اس کے چھٹے جواب کی تقریر میں کس لطیف پیرایہ سے کیسی عمدہ تحقیق انیق کی گئی تھی اب اس کے رد میں بنارسی صاحب نے کیسی خوش دماغی کا اظہار کیا ہے کہ اطفال نونہال نجدیت جامے میں پھولے نہیں سماتے اور شاباش ومرحبا کے ٹوکروں پھول جناب کی ڈبل عقل وفہم شریف کی نذر چڑھاتے ہیں ذرا ملاحظہ ہو

ہم نے پہلے یہ ثابت کیا تھا کہ بوسہ کوئی امر منصوص شرعی نہیں ایک جذبۂ دلی کا نتیجہ ہے جو صاحب فرمان شرع شریف کے مخالف نہیں بلکہ اس سرکار سے سند یافتہ ہے مطلب یہ کہ بوسہ مطلقاً دلی تعظیم وتکریم وعقیدت ومحبت سے پیدا ہوتا ہے اور شریعت میں بھی یہ بہت مقاموں میں جائز مانا ہے۔ اصحاب کرام نے حضور کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے اور حضور نے اس کو جائز رکھا ہے اس کے متعلق ہماری عبارت تھی:-

> شیفتگان حسن محبوب حقیقی کا تعامل تا زیست ظاہری سرکار نامدار ثابت اسکی دلیل میں یہ حدیث لکھی تھی یہ بوسۂ دست بحالت حیات ظاہری تھا پھر دوسری حالت بوسۂ پیشانی کے بعد موت کے متعلق حضرت صدیق اکبر کے حدیث لکھی تھی...... **عن ابن عباس و عائشہ ان**

ابابکر قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ھومیت حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بوسہ لیا درآنحالیکہ آپ وفات پا چکے تھے (۴۳)۔

پھر تیسری حالت بوسۂ قبر کے متعلق لکھا تھا کہ جب بعد وفات ان دست و پا تک دسترس نہیں ہوسکتی اور ان کے مزارات تک حاضری متصور ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ عمل بوسہ اظہار محبت کا ذریعہ وہاں مشروع ومقبول ہے یا قبیح ومردود اور علاوہ سرکار نامدار کے قبور صلحاء و اولیائے امت کے ساتھ بھی جائز ہے یا نہیں۔ اس میں فقہا کے مختلف اقوال ہیں لیکن وہ جو جامع شریعت وطریقت ہیں ان میں سے بہت محققین جواز تسلیم کرتے ہیں زیادہ سے زیادہ محققین علماء اس کو خلاف اولیٰ کہہ سکتے ہیں لیکن جذبۂ عشق ومحبت میں اگر ایسے افعال سرزد ہو جائیں تو قابل اعتراض نہیں فقط معزز ناظرین یہ ہمارے پہلے رسالہ جواز عرس کی عبارت کا خلاصہ ہے آپ نے ہماری یہ تقسیمی تمہیدی تقریر سن لی اب اس پر بنارسی صاحب کی روشن دماغی کی داد دیجئے فرماتے ہیں:۔

بوسۂ قبر کے جواز میں حضرت عمر کا ہاتھوں کا بوسہ لینا اور حضرت ابوبکر کا پیشانی کا بوسہ لینا بیان کرتے ہیں اس سے تو مناسب تھا کہ بی بی بچوں کے بوسہ پر قیاس کرتے ایسے عجیب وغریب استدلال پر دور سے عقل ہنستی ہے کہ اے سبحان اللہ بھلا اس کو بوسۂ قبر سے کیا نسبت کجا مٹی کے تودوں کا ڈھیر کجا انسان (۴۴)۔

---

(۴۳) فتویٰ جواز عرس: مولانا عبدالماجد قادری بدایونی ص ۸، نظامی پریس بدایوں ۱۳۲۹ھ

ابن ماجہ: کتاب الجنائز، باب: ماجاء فی تقبیل المیت ص:۱۰۶، مطبع فاروقی دہلی۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ: **قبل رسول اللہ ﷺ عثمان بن مظعون وھو میت فکانی انظر الی دموعہ تسیل علی خدیہ** (مرجع سابق) ترجمہ: رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کا بوسہ لیا جبکہ آپ کا وصال ہو چکا تھا گویا میں حضور کے اشکوں کو دیکھ رہی ہوں جو آپ کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

(۴۴) السعید ٹریکٹ نمبر ۲ ص: ۷، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

بنارسی صاحب ہنس مکھ! تمہاری اس بے موقع کھسیانی ہنسی کی روتی صورت دیکھ کر چیلے چانٹے بھی واویلا مچاتے ہوں گے۔ افسوس اتنی عقل بھی نہیں کہ معمولی طرز کلام کو سمجھ کر اعتراض کرتے وہ روایتیں بوسہ دست و پیشانی کی صرف اتنے مطلب کی دلیل تھیں کہ بوسہ مطلقاً اظہار محبت و تعظیم قلبی سے ہوتا ہے بوسہ قبر پر اس سے کوئی استدلال نہ تھا جو آپ دانت نکال کر ہنسنے لگے یا اپنے کمال فہم و فراست کا مرثیہ پڑھنے لگے۔ ہم نے تینوں حالتیں دکھا کر بوسۂ قبر کا حکم آخر میں دیا تھا آپ سب کو ایک فقرہ سمجھ کر دلیل و قیاس جوڑ کر انمل بے جوڑ باتیں کرنے لگے بوسۂ قبر کے متعلق تو ہم نے خود اختلاف علماء ثابت کیا ہے۔ بہت اکابر سے اس کا جواز بھی بہ نیت تعظیم صاحب قبر مروی ہے آپ کی اس اوندھی عقل پر ہر ذی فہم دیندار ہنسے گا کہ کجا مٹی کے تودوں کا ڈھیر اور کجا انسان؟ بوسۂ قبر کو جو علماء جائز کہتے ہیں یا بوسۂ قبر کا عملی ثبوت دینے والے حضرات سب اس بات کو جانتے ہیں کہ مٹی کے تودوں کا ڈھیر بوسہ دینے کی چیز نہیں بلکہ ان کا مقصود اس سے اس انسان ہی کی تعظیم محبت و عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ جس سے اس قبر کو نسبت ہے۔ بادشاہوں کے آستانوں کو رعایا بوسہ دیتی ہے، سچے عاشق اپنے معشوق کے لباس کو اس کے کوچہ کی دیواروں کو اس کی طرف منسوب آثار کو چومتے ہیں بوسہ دیتے ہیں تو کیا وہ سب ان اشیاء کو من حیث ہی بوسہ دیتے ہیں ہر گز نہیں فقط اظہار محبت و تعظیم ہے اور اس کی نسبت کا لحاظ ہے۔ آپ جیسے نافہموں خشک دماغوں کے ہنس دینے سے اور بچوں کی طرح کھلکھلا پڑنے سے تحقیق علماء، صلحائے کاملین لغو نہ ہو جائے گی بلکہ ایسا خیال کرنے والا ہی خود دارین میں ذلیل و رسوا ہوگا۔

پھر ہمارے رسالہ میں علامہ سیوطی کی توشیح کی یہ عبارت تھی:-

واستنبط بعض العلماء العارفين من تقبيل الحجر الاسود تقبيل القبور الصالحين.

ترجمہ: بعض عارفین علماء نے حجر اسود کے چومنے سے صالحین کی قبروں کے چومنے کا جواز استنباط کیا ہے۔

اس کے متعلق آپ دعوی کرتے ہیں کہ ''وہ علماء شوافع ہیں نہ کہ حنفیہ'' جس کی تصریح آگے خود موجود ہے دلیل سنئے:۔

ونقل عن الصیف الیمانی الشافعی جواز تقبیل المصحف و قبور الصالحین.

علامہ صیف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ مصحف اور قبور صالحین کو چومنا جائز ہے۔

ہمارے بنارسی ملانے اپنے اس دعوی کی کوئی دلیل ذکر نہ کی اور دھوکہ دینے کے لئے لکھ دیا ''جس کی تصریح آگے خود موجود ہے'' **استبط بعض العلماء العارفین** کے بعد سیوطی نے **نقل عن الصیف الیمانی الشافعی جواز تقبیل المصحف** لکھا ہے آپ دونوں کو ایک فرض کر کے یہ کلام کر رہے ہیں اگر اس کلام کے سیاق وسباق کو انصاف سے دیکھتے یا کسی ہدایۃ النحو خواں طالب علم سے سمجھتے تو ایسی بے تکی بات نہ کہتے پھر آپ نے علمائے حنفیہ وغیرہ کے اقوال بوسۂ قبر کی کراہیت کے متعلق لکھے ہیں اور کتب مطبوعہ وہابیہ سابقین سے بہت سی عبارتیں نقل کر ڈالی ہیں حقیقت میں یہ سب تطویل لاطائل ہے کیونکہ ہم خود صاف صاف لکھ چکے ہیں کہ اس میں اختلاف فقہاء ہے۔

بیشک ہم جواز بوسۂ قبر کو اجماعی اتفاقی مسئلہ نہیں مانتے جیسا کہ ہمارے پہلے رسالہ کی عبارت پر غور سے ہر معمولی سمجھ والا سمجھ سکتا ہے اس رسالہ میں بھی ہم نے اوپر وہ عبارت نقل کر دی ہے ناظرین غور فرمائیں گے کہ ہم اس کو کب اجماعی مسئلہ ماتے ہیں بلکہ ہم تو ناجائز کہنے والے کو بھی برا نہیں کہتے کہ یہ بھی علماء کا مسلک ہے یونہی مجوزین بوسۂ قبر کو بھی لعن طعن نہیں کرتے کہ ادھر بھی ایک جماعت علمائے کاملین عارفین کی ہے اسی بنا پر ہم نے اپنے رسالہ جواز عرس میں اس بحث کے آخر میں لکھ دیا تھا کہ جذبۂ عشق ومحبت میں اگر ایسے افعال سرزد ہو جائیں تو قابل اعتراض نہیں اگر اس پر بنارسی صاحب غور کرتے تو ہمارا مسلک سمجھ لیتے مگر وہ تو نصیب مقلداں عقل وفہم کی بات کیوں کرنے لگے چلتے چلتے اور دو چار قول

علمائے مجوزین کے سن لیجیے:-

والتقبيل لغير المصحف كقبور الانبياء ومن يتبرك بهم فللعلماء فيه كلام كرهه بعضهم واستحسنه بعضهم حتى ان الشافعي اباحه مطلقا اذا كان للتبرك واعتمده جماعة منهم الحافظ العيني الحنفى الشارح البخارى والمقرى المالكى صاحب الفتح المتعال والسمهودى الشافعي.

یعنی علاوہ مصحف قرآن کریم کے قبور انبیاء و اولیاء کا چومنا اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض مکروہ سمجھتے ہیں اور بعض مستحسن قرار دیتے ہیں، یہاں تک کہ امام شافعی علیہ الرحمہ تو مطلقاً جائز بتاتے ہیں جب کہ بوسۂ قبر حصول برکت کے لئے ہو اور اسی قول پر یعنی بوسۂ قبر کے مباح ہونے پر ایک جماعت کو اعتماد و اتفاق ہے ان میں علامہ عینی حنفی شارح بخاری ہیں اور امام مقری مالکی ہیں اور علامہ سمہودی ہیں۔

علامہ حافظ عراقی نے شرح ترمذی میں لکھا ہے

مجھ کو حافظ ابو سعید ابن العلاء نے خبر دی ہے کہ ایک قدیم جزء میں جس پر ابن ناصر وغیرہ حفاظ حدیث کا خط تھا امام احمد بن حنبل کا فتویٰ جواز بوسہ قبر کا دیکھا گیا سائل نے حضور نبی کریم کے منبر و قبر مطہر کے چومنے کے متعلق سوال کیا تھا امام نے جواب دیا **لا بأس به** (کوئی حرج نہیں) راوی کہتے ہیں ہم نے یہ فتویٰ ابن تیمیہ کو دکھایا تو وہ تعجب کر کے رہ گئے کیونکہ خود منکر تھے اور حنبلی مقلد تھے۔

ایسی ہی روایت امام احمد بن حنبل سے جواز بوسۂ قبر کی علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کی ہے اور سنئے

قال صاحب النهاية ان الامام الرملى افتى بجواز تقبيل

اعتاب الاولیاء علی قصد التبرک من غیر کراھة. یعنی
امام رملی نے اولیاء اللہ کے آستانوں کے چومنے کو بلا کراہت جائز بتایا
ہے جبکہ حصول برکت کے ارادے سے ہو۔

بنارسی جی چار قول اس وقت پیش کئے جاتے ہیں جن سے ہر عقل مند اردو خواں بھی سمجھ سکے گا کہ مذاہب اربعہ میں سے ہر مذہب کے بعض علماء وائمہ نے بوسۂ قبر کا جواز تسلیم کیا ہے جیسا کہ امام شافعی وامام عینی وامام احمد بن حنبل وغیرہ حضرات کی تصریحات سے ابھی دو سطر اوپر گذرا اب آپ کے امام شوکانی کا یہ قول......

اتفق العلماء علی انه لا یتمرغ بقبره ولا یقبلها.
(علماء کا اجماع ہے اس پر کہ قبر نہ چھوے اور نہ اس کو چومے)

کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اور خود جناب کا یہ قول کہ ''ہر چہار مذہب مالکی حنفی شافعی حنبلی میں بوسۂ قبر نا جائز وحرام ہے (۴۵)، کس طرح ٹھیک رہ سکتا ہے اور فریب یا دھوکہ کیوں نہیں کہا جا سکتا۔ حالانکہ امام شعرانی کے قول کے متعلق آپ خود لکھ آئے ہیں کہ بعض علمائے شافعیہ جائز مانتے ہیں پھر عدم جواز علمائے مذہب اربعہ کا قول اجماعی کیونکر ہوسکتا ہے۔ خود لکھ لکھ کر بھول جاتے ہو اپنا لکھا بھی یاد نہیں رکھتے اس پر لوگ کیا کہیں گے دروغ گورا حافظہ نباشد۔

ایسی حالت تھی تو یہ بار تصنیف کاہے کو اٹھایا تھا خیر کھوا ب کھائی تو کھائی اب کھاؤں تو اسماعیل جی کی دہائی۔

شامیانہ تاننا -

فتوی جواز عرس میں جواباً اس کا بہ نیت صالحہ اور برائے زینت مجلس و ذکر آسایش استحسان لکھ دیا تھا جس پر بنارسی صاحب فرماتے ہیں اور ملاحظہ فرمایئے کس لگاوٹ کی ادا سے فرماتے ہیں کہ

واضح ہو طلب سایہ وآسایش کے لئے نفس شامیانہ تاننے میں تو واقعی

(۴۵) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۰، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

کوئی مضائقہ نہیں لیکن ایسی مجالس بدعیہ شرکیہ کی زینت کے لئے ناجائز ہے۔(۴۶)

ہم کہتے ہیں کہ مجلس عرس کے شرکیہ بدعیہ ہونے میں ہی تو کلام ہے اس کا مجلسِ شرکیہ ہونا تو پرانے نجد کا ترکہ ہے جونسلاً بعد نسل چلا آرہا ہے کہ عام اہل اسلام مشرک و مرتد ہیں نعوذ باللہ منہ باقی رہا بدعیہ ہونا تو بمعنی حسنہ مسلم ہوسکتا ہے اور بمعنی سئیہ غلط و غیر ثابت ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں:-

نفس شامیانہ میں کوئی حرج نہیں جس جگہ وعظ و تذکیر ہوتا ہے (۴۷)۔

بھلا یہاں کیوں نہ جائز ہوگا ورنہ جناب کے قورمہ میں کھنڈت پڑ جائے گی۔ مہربان جلسۂ عرس میں مجلس وعظ بھی ہوتی ہے مجلس ذکر بھی فضائل نبی کریم بھی، منقبت خوانی بھی پس وہ بھی جائز شاباش یونہی اور باتیں بھی تسلیم کرتے جاؤ خواہ مخواہ کے لئے گھونگھٹ رکھنا ٹھیک نہیں۔

مسئلہ روشنی

ہم نے اس مسئلہ کے متعلق حدیث و تعامل سلف دکھا کر اس کا جواز و استحسان ثابت کیا تھا اس کے متعلق بنارسی جی فرماتے ہیں

علی ہذا القیاس روشنی کا مسئلہ ہے کہ ضرورت کے مطابق شب کی تاریکی دور کرنے کو ایک دو چراغ جلا لینا کوئی ممنوع امر نہیں۔(۴۸)

---

(۴۶) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۰، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

(۴۷) مرجع سابق نفس الصفحہ

(۴۸) علی ہذا القیاس روشنی کا مسئلہ ہے کہ ضرورت کے مطابق شب کی تاریکی دور کرنے کو ایک دو چراغ جلا لینا کوئی ممنوع امر نہیں ہے اس پر آپ نے جو دلیل پیش کیا ہے کہ مسجد نبوی میں تمیم داری نے شام سے لوٹتے وقت بہت سے قندیل روشن کرائے تھے یہ واقعہ صحیح سند سے ثابت نہیں ہوا۔ اگر آپ سچے ہیں تو اس کی سند صحیح پیش کریں بخلاف صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فجر کے وقت عورتیں چادروں میں لپٹی ہوئی مردوں سے پہلے اٹھ آتی تھیں وما یعرفن بغلس اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتیں یہ تو روزمرہ کا واقعہ تھا پھر تمیم داری نے جو قندیلیں مسجد میں لگوائی تھیں وہ کیا ہو گئیں اور کیوں نہ روشن کی جاتیں۔

ناظرین! اول تو ضرورت کے مطابق پھر ایک دو کی قید بنارسی صاحب کی عبارت کی داد دیجئے بسا اوقات بڑے میدانوں تنگ وتاریک راستوں میں کشادہ ووسیع مکانوں میں ضرورت پچاس سو چراغوں کی پڑتی ہے پس کوئی حد مقرر نہیں جب ضرورت کے مطابق جائز ہوئے تو دو ایک دس بیس کی قید بیکار جتنے چراغوں کی بھی ضرورت ہو محل کلام نہ ہونا چاہیے ثانیاً بغرض زینت محفل وانس طبائع حاضرین سے زائد روشنی کی جائے اور تفاخر ولہو ولعب و اسراف کی نیت سے خالی ہو تو وہ بھی جائز۔

پھر بنارسی جی نے حضرت تمیم داری والے واقعہ کو جس کو سند میں ہم نے پیش کیا تھا غیر مستند بتایا ہے اس کے متعلق بس اتنا کہنا ہے کہ جو لکھا کرو سوچ سمجھ کر مآل پر نظر ڈال کر لکھا کرو ورنہ پھر خصم قلعی کھول کر ذلیل نہ کردے سنو یہ مشہور تاریخی واقعہ ہے ارباب سیر و حدیث اس کو برابر لکھتے آئے ہیں۔ علامہ عسقلانی فتح الباری شرح بخاری کے سترھویں پارہ میں لکھتے ہیں:۔

> **وکان تمیم الداری من افاضل الصحابة وله مناقب وهو اول من اسرج المسجد.**
>
> تمیم داری اکابر صحابہ سے ہیں اور ان کے بہت سے مناقب ہیں اور یہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے مسجد نبوی میں چراغاں کیا۔

علاوہ ان کے علامہ سمہودی نے خلاصۃ الوفاء میں پوری حدیث لی ہے اور سنئے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھا ہے

> سراج غلام تمیم داری نے کہا کہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب تمیم داری کے پانچ غلام تھے میرے آقا نے مجھے حکم دیا تو میں نے مسجد نبوی کو زیتون کے تیل کے چراغوں سے منور کردیا اس سے پہلے خرما کی لکڑی جلتی تھی پس حضور نے دریافت فرمایا کہ ہماری مسجد کو کس نے جگمگایا تمیم داری نے کہا میرے غلام نے اور میری

طرف اشارہ کر کے مجھے بتایا حضور نے میرا نام پوچھا فتح جو اصلی نام تھا بتایا آپ نے فرمایا نہیں اس کا نام سراج ہے۔(۴۹)

پھر بنارسی جی اس حدیث کی عدم صحت پر ایک عقلی اعتراض کرتے ہیں اور یوں فرماتے ہیں......

فجر کے وقت عورتیں چادروں میں لپٹی ہوئی مردوں سے پہلے اٹھ آتی تھیں **وما یعرفن بغلس** اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں یہ تو روز مرّہ کا واقعہ تھا پھر تمیم داری نے جو قندیلیں مسجد میں لگوائی تھیں وہ کیا ہو گئیں۔

تمہاری منطق کی قلعی کھلتی جاتی ہے جب یہی مقصود تھا کہ عورتیں مردوں کے مجمع میں نہ پہچانی جائیں تو قندیلیں کیوں اس وقت تک جلتی رہتی ہونگی خاموش نہ کرائی جاتی ہونگی اچھا مسجد میں قندیلیں نہ تھیں چراغ ایک دو تھے آخر وہ کیا ہو گئے اور کیوں نہ روشن کیے جاتے۔

ہم نے احیاء العلوم سے ایک روایت نقل کی تھی کہ بعض عارفین کی مجلس ذکر خیر میں ہزار چراغ تک جلائے گئے ہیں اس کے متعلق بڑی گھبراہٹ سے لکھتے ہیں کہ یہ تو نقل واقعہ ہے نہ ثبوت مسئلہ۔

واللہ خوب کہی نقل واقعہ ضرور ہے مگر اسی سے ثبوت مسئلہ بھی ہوتا ہے کیا منقولات و تعامل سے ثبوت مسئلہ نہیں ہوا کرتا اور پھر جبکہ امام غزالی نے بغیر جرح وقدح اس کو نقل کیا اگر یہی ٹھہری تو ہم ان اقوال کو جو اس نوعیت سے نقل کی صورت رکھتے ہوں آپ کے اور آپ کے اکابر کی تصنیف و تالیف میں معرض دلیل میں محض لغو و بے کار سمجھیں گے کہو کیا رائے ہے ایک امام کا ایک واقعہ کو بغیر جرح بیان کرنا جس سے تعامل صالحین ظاہر ہوتا ہو اور آپ کا یہ دو لفظ لکھ کر (کہ یہ نقل واقعہ ہے نہ ثبوت مسئلہ) اڑا دینا کہاں تک دیانت سے تعلق رکھتا ہے پھر آپ نے ایک حدیث لکھی ہے:۔

---

(۴۹) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۔

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسراج (۵۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی اور قبور کو سجدہ گاہ بنانے والوں اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی۔

کسی نے سچ کہا ہے: گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا - کار طفلاں تمام خواہد شد

ناظرین! خدارا غور فرمایئے اور اس عیاری پر نظر کیجیے کہاں روشنی زینت محفل ذکر رب العزت و حضرت رسالت و صحابہ اور کہاں اتخاذ چراغ بر قبر سوال از آسماں جواب از ریسماں دعوی کو دلیل سے اگر کچھ بھی علاقہ ہو تو بنارسی جی ملا نہیں۔ ہمارے فتوے جواز عرس کی عبارت کا یہ کیا رد ہوا آنکھیں کھول کر دیکھئے اس میں صاف لکھا ہے وہ امر جو شرعاً مباح ہے اس پر انکار جرأت بے جا ہے پھر جب اس پر عمل سلف صالحین بھی ثابت ہو اور اس میں منافع بھی ہوں مجالس خیر میں شامیانہ تاننا آسایش و اکرام حاضرین و تعظیم و زینت مجلس خیر اور بحمد اللہ یہ دونوں مستحسن اسی طرح روشنی بھی اس کے بعد احیاء العلوم سے مجلس ذکر کی روشنی کی روایت نقل کی ہے۔

بنارسی جی قبروں پر چراغ جلانے کو حدیث میں کس معنی پر ملعون بتایا گیا ہے اس پر نظر نہیں صرف الفاظ دیکھ لیے اور جو چاہا کہنے لگے نہ اس سے غرض کہ شراح حدیث نے کیا لکھا ہے اور الفاظ حدیث کیا بتا رہے ہیں نہ اس سے کام کہ جس کتاب کا رد کیا جا رہا ہے اس میں چراغ قبر کو جو حدیث میں ملعون ہے کب جائز کہا گیا ہے سچ ہے اگر دل میں روشنی محبت ذکر رسالت ہوتی تو کیوں ایسا کہتے مگر تم کہا کرو

من لم يجعل الله من نور فماله من نور

اس خاص مسئلہ میں ہم اہل سنت کا مسلک یہ ہے حدیقۂ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:-

(۵۰) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۰، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

ومـن مسـائـل المتفرقة اخراج الشموع الى رأس القبور بـدعة و اتلاف مال كذا فى البزازية وهذا كله اذا خلاعن الـفـائـدة و اما اذا كان فى موضع القبور مسجدا او على الـطـريـق او كـان هناك احد جالس اوكان قبر ولى من الاوليـاء اوعـالـم مـن المحققين تعظيما لروحه المشرقة عـلـى تـراب جسـده كـا شـراق الشمـس على الارض اعـلامـاللناس انه ولى ليتبركوابه ويدعوا الله تعالى عنده فيستـجـاب لهـم فهـو امـر جـائـز لا يمنع منه والاعمال بالنيات(۵۱)

مسائل متفرقہ میں سے ہے قبروں کے سرہانے چراغوں کا رکھنا بدعت اور اسراف ہے اسی طرح بزازیہ میں ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ فائدہ سے خالی ہو (یعنی چراغ رکھنے میں کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ ہو) مگر جبکہ قبروں کے پاس مسجد ہو یا قبور راستے کے کنارے ہوں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہو یا وہ کسی ولی یا عالم محقق کی قبر ہو اور یہ فعل ان کی اس روح کی تعظیم و تکریم کے سبب ہو جو خاکی جسم کو اس طرح روشن کرتی ہے جیسا کہ سورج زمین کو روشنی بخشتا ہے اور چراغ رکھنا لوگوں کو بتانے کے لئے ہو کہ یہ ولی کی قبر ہے تا کہ لوگ اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ سے دعا کریں تا کہ وہ مقبول بارگاہ ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے نہ روکا جائے اور حدیث پاک ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر موقوف ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ قبروں پر روشنیاں کرنا ضرور بدعت اور مال کا تلف کرنا ہے مگر جب کہ

(۵۱) الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية : شیخ عبدالغنی النابلسی الدمشقی ص:۴۲۹۔

اس میں کوئی نہ فائدہ ہو اور اگر قبرستان میں مسجد ہو یا قبر راستہ پر ہو یا لوگ وہاں بیٹھتے ہوں یا کسی ولی کی قبر ہو یا کسی عالم کا مزار ہو تو وہاں روشنی کرنا تاکہ لوگ مطلع ہو کر برکت و فیض حاصل کرنے آئیں اور خدا سے اس کی قبر کے وسیلہ سے دعا مانگیں تو جائز ہے اور اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اس تقدیر پر تمام اعراس بزرگان دین کی روشنیاں مستحسن و مباح ٹھہرتی ہیں۔ ہمارا کلام تو روشنی مجلس ذکر میں تھا مگر بنارسی جی نے خود اس مسئلہ کی طرف توجہ دلا دی چلئے دونوں پر روشنی پڑ گئی اور آپ کی ٹوٹی پھوٹی حیلہ ساز و فریب دہ تقریر پر تاریکی کا پاؤڈر چڑھ گیا۔

ھار پھول چڑھانا۔

نواں سوال ہار پھول چڑھانے پر تھا اس کے جواب میں فتاوی جواز عرس میں خوشبو کا بار طبع محبوب ہونا اور فی نفسہ اس کا مرغوب ہونا لکھ کر اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا تھا جس پر بنارسی صاحب بگڑ بیٹھے اور زور میں آ کر بول اٹھے یہ تو فرمایئے کہ:

خوشبو انسان کو محبوب ہے یا مٹی کے تودہ کو۔ (۵۲)

مہربان! قبر پر پھول ڈالنے کی حکمتیں اگر آپ غور کرتے تو شاید سمجھ جاتے مٹی کے تودہ یا قبر کے نیچے جو حضرات صلحاء آرام فرماتے ہیں ان کی مبارک قبروں پر پھول ڈالنا ان کے مزارات کی حرمت و عظمت و عزت اور زائرین کی ترویح دماغ ہے پھر برگ و گل کی تسبیح سے صاحب قبر کو ثواب ماثور اور ارواح مقدسہ کو انس و فرحت حاصل ہونا مسلم عند الجمہور رہے اسی بحث میں ہم نے طوالع الانوار سے نبی کریم کا کھجور کی شاخ قبر پر گاڑنا لکھ کر علماء کا اس سے

---

(۵۲) نواں سوال سائل کا قبروں پر پھولوں کا ہار چڑھانے کی نسبت تھا آپ اس کے جواز کے ثبوت میں مطلق خوشبو کا محبوب ہونا پیش کرتے ہیں بھلا بتایئے تو کہ تقریب تام کہاں ہے؟ اور یہ تو فرمایئے کہ خوشبو انسان کو محبوب ہے یا مٹی کے تودہ (قبر) کو؟ ہاں قبر کھود کر میت کے گلے میں پھولوں کا گجرا پہنا دیں تو شاید اُسے کچھ خوشبو پہنچے لیکن یہ تو بتلایئے کہ صالحین کے لئے جب جنت کا دروازہ قبر میں کھول دیا جاتا ہے تو اُس کو جنت کے تازہ پھولوں کی خوشبو نہیں آتی؟ جو آپ دنیا کے معمولی پھولوں کی خوشبو اسے پہنچاتے ہیں۔ السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۱، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

(۵۳) پوری حدیث یہ ہے: عن ابن عباس قال مرّ النبی ﷺ بحائط من حیطان المدینة او مکة فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورھما فقال النبی ﷺ یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان احدھما لا یستتر من بوله وکان الآخر یمشی بالنمیمه ثم دعا بجریدة فکسرھا کسرتین فوضع علی کل قبر منھا کسرة فقیل له یا رسول الله لم فعلت ھذا قال لعله ان یخفف عنھما ما لم تیسا.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا مدینہ یا مکہ کے کسی باغ کی طرف سے گذر ہوا تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سماعت کی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے (یعنی ایسی بڑی چیز نہیں تھی جس سے بچنا دشوار ہو) ان میں سے ایک پیشاب (کے قطروں) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا، پھر آپ نے ایک شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے پھر ایک ٹکڑا ہر قبر پر رکھ دیا عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے یہ کس لئے کیا؟ تو اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہیں ہونگی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

الف: صحیح بخاری: کتاب الوضو: باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله

ب: صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ: باب الدلیل علی نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه

ج: ابن ماجه: ابواب الطھارة و سننھا باب التشدید فی البول، ص:۲۹، مطبع فاروقی دہلی

د: ابوداؤد: کتاب الطھارة باب الاستبراء من البول، ج:۱/ص:۱۳۰، دارالفکر بیروت

امام نووی شرح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں: استحب العلماء قرأة القرآن عندالقبر لھذا الحدیث لانه اذا کان یرجی التخفیف بتسبیح الجرید فبتلاوة القرآن اولیٰ والله اعلم وقد ذکر البخاری فی صحیحه ان بریدة بن الحصیب الاسلمی الصحابی اوصی ان یجعل فی قبره جریدتان.

ترجمہ: علماء کرام نے اس حدیث سے قبر کے نزدیک تلاوت قرآن کو مستحب قرار دیا ہے اسلئے کہ جب شاخ کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو تلاوت قرآن سے تخفیف عذاب کی امید بدرجہ اولی کی جاسکتی۔ ہے بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ صحابی رسول بریدہ بن الحصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ ان کی قبر میں دو شاخوں کو رکھ دیا جائے۔ (حاشیہ مسلم: امام نووی، تحت حدیث مذکور)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقات میں حدیث مذکور کے ذیل میں لکھتے ہیں: وقد انکر الخطابی مایفعله الناس علی القبور من الاخواص ونحوھا بھذا الحدیث قال لا اصل له وفی الحدیث اثباتِ عذاب القبر کما ھو مذھب اھل الحق وفیه نجاسة الابوال وفیه تحریم النمیمة وفیه ان عدم التنزہ من البول یبطل الصلاة وترکھا کبیرة بلا شک قیل و فیه تخفیف عذاب القبر بزیارة الصالحین ووصول برکتھم واما انکار الخطابی وقوله لا اصل له ففیه بحث واضح اذ ھذا الحدیث یصلح أن یکون اصلاله ومن ثم افتی بعض الائمة من متاخری اصحابنا بأن مااعتید من وضع الریحان والجرید سنة لھذا الحدیث.

ترجمہ: اس حدیث سے لوگ قبور پر جو خاص چیزیں کرتے ہیں اس کا خطابی نے انکار کیا ہے اور کہا ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس حدیث میں عذاب قبر کا اثبات ہے جیسا کہ اہل حق کا مسلک ہے نیز حدیث سے پیشابوں کا نجس اور چغلی کے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

صاحب طوالع کا قول وضع جریدہ کے متعلق ہے وہ بھی حضرت کا خاصہ
تھا امت کے لئے جائز نہیں۔ (۵۴)

صاحب طوالع الانوار کا قول ضرور وضع جریدہ کے متعلق ہے مگر اسی سے قبر پر پھول ڈالنا بھی نکلتا ہے آفت تو یہ ہے کہ آپ اعتراض کے شوق میں پوری عبارت پر غور نہیں کرتے جب ہی ذلیل ہوتے ہو اور بات بات پر ٹھوکر کھاتے ہو ہمارے فتویٰ سے پھر اس عبارت کو پڑھیے یا کسی عربی خواں سے اس کا ترجمہ سنئے پھر آپ فرماتے ہیں کہ وہ بھی آنحضرت کا خاصہ تھا امت کے لئے جائز نہیں۔ آخر اس کا کیا ثبوت یا محض جناب کا فرمان ہی قابل اعتبار ہے آپ نے تو اٹکل پچو یہ فقرہ دھر گھسیٹا مگر آپ کو خبر بھی ہے کہ علماء معتمدین اسی حدیث وضع جریدہ سے عالم امت کے لئے حکم سنت و پیروی سرکار رسالت نکال کر گل و برگ کا قبور پر ڈالنا ثابت کر رہے ہیں سنو علامہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

''اسی حدیث سے ایک جماعت نے قبروں پر پھول چڑھانے کا
تمسک کیا ہے''۔

شُراح احادیث میں سے خطابی اس کے منکر ہیں جن کی نسبت ملا علی قاری فرماتے ہیں خطابی کا انکار کرنا اور اس حدیث کو قبور پر برگ و گل نہ ڈالنے کی اصل نہ ماننا غلط ہے بلکہ یہ حدیث اصل اصیل ہے قبروں پر پھول چڑھانے کے لئے، چنانچہ علامہ ابن حجر نے ایسی ہی تصریح کی ہے اور اسی مقام سے ہمارے ائمہ متاخرین نے فتوی دیا ہے کہ قبور پر سبز پتے

حرام ہونے پر دلیل ہے حدیث یہ بھی ثبوت فراہم کرتی ہے کہ پیشاب کی عدم طہارت نماز کو باطل کر دیتی ہے اور عدم طہارت یقیناً گناہ کبیرہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیارت صالحین اور ان کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے، رہا خطابی کا انکار اور ان کا قول **لا اصل له** تو اس میں واضح نظر ہے کیونکہ یہ حدیث (پھول وغیرہ ڈالنے پر) اصل ہے علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح کی صراحت فرمائی ہے اور خطابی کا قول **لا اصل لہ** ممنوع ہے بلکہ یہ حدیث تو اصل اصیل ہے اسی وجہ سے بعض متاخرین علمائے کرام نے فتویٰ دیا ہے کہ (قبور پر) سبز پتے شاخ وغیرہ ڈالنا اس حدیث سے سنت ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: علامہ علی قاری، ج:۲/ص:۵۳، باب آداب الخلاء مطبع فیصل پبلی کیشنز دیوبند)

(۵۴) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص:۱۱، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

اور پھول وغیرہ ڈالنا اس حدیث سے سنت ہے۔(۵۵)

صاحبو! یہ عبارت ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں ہے انھوں نے ایسا لکھا ہے اور پھر فقہا کی تمام کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:۔

ویکرہ قطع الحشیش الرطب من المقبرۃ لانہ ما دام رطبا یسبح فیونس بہ المیت۔(۵۶)

قبر سے سبز گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے اس لئے کہ جب تک وہ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اس سے میت کو انس حاصل ہوگا۔

عالمگیری میں ہے **وضع الورد و الریاحین علی القبور حَسَنٌ** (قبر پر گلاب و خوشبو کا رکھنا بہتر ہے) اسی طرح بزازیہ و شرح منیہ اور فتاویٰ شامیہ اور فتاویٰ خانیہ وغیرہ میں ہے اور قریب قریب اکثر نے اسی حدیث وضع جریدہ سے استدلال کیا ہے مگر ہمارے بنارسی جی تو وہی راہ چلیں گے جو سب سے الگ ہو آپ اس کو خاصہ بتاتے ہیں اور تمام ائمہ و علماء قیامت تک ہر امتی کا دستور العمل قرار دیتے ہیں۔

---

(۵۵) دیکھئے حاشیہ نمبر ۵۳۔

(۵۶) فتاویٰ قاضی بر فتاویٰ عالمگیری، **باب فی غسل المیت وما یتعلق من الصلوٰۃ علی الجنازۃ والتکفین وغیر ذلک** ص:۱۹۵، المطبعۃ الامیریۃ مصر ۱۳۱۰ھ۔

بحر الرائق میں ہے: ویکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ الا اذا کان یا بسا

قبرستان سے گھاس اور لکڑی وغیرہ کا ٹنا مکروہ ہے مگر جب کہ خشک ہو جائے۔ البحر الرائق: علامہ ابن نجیم، ج:۲/ص:۲۱۱، کتاب الجنائز المطبعۃ العلمیۃ، فتاویٰ عالمگیری، ج:۱/ص:۱۶۷، کتاب الجنائز المطبعۃ الامیریہ مصر ۱۳۱۰ھ

ردالمحتار میں ہے: **یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر و شرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالی فیونس المیت و تنزل بذکرہ الرحمۃ.**

قبرستان سے سبز نبات، گھاس وغیرہ کا ٹنا مکروہ ہے اور خشک نبات کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح بحر، درر، شرح المنیہ وغیرہ میں لکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک نبات تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر الٰہی کرنے سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ (**رد المحتار**: علامہ شامی، ج:۱/ص:۶۰۶، کتاب الجنائز: **مطلب فی وضع الجرید ونحو الاس علی القبور**)

اب ناظرین ملا علی قاری و محدث دہلوی و تصریحات فقہاء کو دیکھ کر بنارسی جی کے قول کی خود قدر کر لیں گے۔

قیام مولود-

دسواں گیارہواں سوال مولود و قیام پر تھا اس کے جواب میں ''فتویٰ جواز عرس'' میں کافی ثبوت پیش کر دیا گیا تھا جو خرمن وہابیت کے لئے برق جاں سوز بن گیا ہمارے بنارسی جی بھی اس سے بھڑک کر ہم سے فرماتے ہیں:-

کہ مولود و قیام کا ثبوت آپ نے اپنے مذہب کی کسی کتاب سے نہ دیا نہ اپنے ائمہ کے اقوال سے۔ (۵۷)

بنارسی جی! آپ کو معلوم نہیں کہ سلف سے خلف تک برابر ائمہ و مقلدین مذاہب اربعہ محفل میلا د محبوب رب العباد کو باعث ہزاراں ہزار برکات و خیرات جانتے مانتے کہتے لکھتے ثابت کرتے چلے آئے ہیں ہم فتاویٰ جواز عرس میں آپ کو علامہ قسطلانی و علی قاری کے قول سنا چکے ہیں جن میں صاف لکھا ہے لا زال اھل الاسلام یعنی ہمیشہ سے اسلام کا یہ دستور چلا آ رہا ہے اور سنئے علامہ طحطاوی نے اس کو بدعت حسنہ فرمایا ہے۔ (۵۸)

صاحب سیرت شامی نے ایک جم غفیر علماء سے جس میں چاروں مذہب کے مستند علماء موجود ہیں اس کا استحباب نقل کیا ہے پھر علامہ علی قاری، علامہ محدث دہلوی، علامہ محمد طاہر صاحب مجمع البحار، علامہ شیخ عبدالوہاب متقی مکی، امام جزری صاحب حصن حصین، حافظ ابن رجب حنبلی، علامہ سیف الدین، ابوجعفر ترکمانی حنفی دمشقی، حافظ جلال الدین سیوطی، علامہ

---

(۵۷) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۱، سعید المطابع بنارس ۱۳۳۰ھ

(۵۸) علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: ثم لازال اھل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الکبار یحتفلون فی شھر مولده ویغنون بقرأة مولد الکریم ویظھر علیھم من برکاتھم فضل عمیم.

پھر ہمیشہ اہل اسلام تمام اطراف میں اور بڑے بڑے شہروں میں مجالس مولود کرتے رہے اور وہ ربیع الاول کے مہینہ میں جشن مناتے ہیں مولود کریم کو ترنم سے پڑھتے ہیں ان لوگوں پر برکات ظاہر ہوتے ہیں اور ہر طرح کا فضل عام ہے۔ (المواہب اللدنیہ، ج: ۱/ ص: ۱۴۸، احمد بن محمد القسطلانی، پور بندر گجرات)

حمد اللہ شیرازی، شیخ برہان الدین، امام سلیمان برسدی، مولانا حسن بحرینی، امام برہان ناصحی، شیخ شمس الدین سیواسی، شیخ محمد بن حمزۃ الغربی، علامہ شمس الدین دمیاطی، حافظ زین الدین عراقی، علامہ برہان ابوالصفاء، حافظ ابوشامہ، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابو القاسم لؤلوی، علامہ ابوالحسن البکری، امام سخاوی، برہان الدین صاحب سیرت حلبی، ابن حجر مکی، ابوزرعہ، علامہ فخر الدین، ان حضرات میں سے اکثر کے فتاویٰ اور رسائل خاص مولود شریف کے فضائل و جواز و استحسان میں موجود ہیں جیسے سیوطی کا رسالہ فا کہانی کے جواب میں اور علامہ عسقلانی کا فتویٰ اور علامہ ابوالحسن کا رسالہ الانوار و مصباح السرور الافکار فی مولد النبی المختار جس کی نسبت کشف الظنون میں **هو كتاب جامع مفيد جمعها ليقرٔ في شهر ربيع الاول** اور **الدرا لمنتظم في مولد النبي الاعظم** علامہ ابوالقاسم اور **المولد الروی فی مولد النبوی** مصنفہ علی قاری اور موعد الکرام مصنفہ شیخ برہان الدین وغیرہ وغیرہ فقہا کا طبقہ تو اپنے اس قاعدۂ مسلمہ کی رو سے بالکل اس سے متفق اور اعلانیہ اس کا مجوز ہے کیونکہ ان کا قاعدہ ہے کہ جو امر باعتبار اصل و غایت خلاف شریعت نہ ہو اگرچہ متاخرین کا معمول و مروج ہو امر حسن ہے پھر مجلس میلاد تو برابر ثابت الاصل اور ہر طرح موافق شریعت بلکہ مؤید و رکن شریعت پھر اس پر عامہ فضلا و صلحا کا تعامل سبحان اللہ ہر طرح قابل قبول اور عمل مقبول ملاحظہ ہو، ردالمختار فقہ کی مستند کتاب کہ وہ اس کو لہو و لعب سے بچا کر جائز مانتے ہیں اس کے بعد بنارسی جی لکھتے ہیں

> آپ نے جو دو ایک ٹوٹے پھوٹے قول پیش کئے ہیں ان سے مولود بہ ہیئت کذائی مع قیام کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ یونہی آپ کی پیدائش کا ذکر ہے۔(۵۹)

ہمارے پیش کردہ اقوال امام قسطلانی و علی قاری پر اگر آپ غور کرتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ ان میں یونہی آپ کی پیدائش کا ذکر ہے یا اس کے واسطے کچھ سامان زینت اور اسباب

(۵۹) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۲، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

بہجت وسرور بھی مذکور ہیں جب نہ سہی اب غور کرو، عربی نہ سمجھ سکو تو ترجمہ پڑھ لینا اب کے وہ بھی کئے دیتے ہیں سنو علامہ ابن حجر مکی شرح اربعین امام نووی میں فرماتے ہیں

قال الامام ابو شامة شيخ المصنف ومن احسن ما ابتدع في زماننا ما يفعل كل عام في اليوم الموافق ليوم مولده ﷺ من الصدقات واصطناع المعروف و اظهار الزينة والسرور. یعنی امام ابوشامہ نے کہا کہ ہمارے زمانہ کی بہت عمدہ اور اچھی اور نیک بدعتوں میں سے وہ بدعت ہے جو ہر سال مولود کے مہینہ میں موافق اس دن کے کی جاتی ہے جو دن کہ حضور سرور عالم ﷺ کی ولادت کا تھا اور اس دن صدقات کیے جاتے ہیں اور خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

مہربان بنارسی جی! کیا یہ اظہار زینت وسرور محض بیان پیدائش ہے آفتاب اپنی نورانی شعائیں ڈالے جائے آپ انکار کئے جایئے اس کا تو کچھ علاج ہی نہیں، تمام اکابر علماء کی تصریحات خاص اس مسئلہ میں بسیط بسیط موجود ہیں کاش کہ آپ فتاویٰ جواز عرس ہی میں غور سے ہمارے پیش کردہ اقوال دیکھ لیتے خیر اب سنیے اور دیکھئے علامہ جوزی کس دھوم دھام سے تمام عالم کے برگزیدہ مسلمانوں کا تعامل متعلق مولود شریف بہ ہیئت کذائی بتا رہے ہیں، سنئے اور سن کر اس زبردست امام حامی سنت کو بھی گالیاں دیجئے یہی ہونا ہے

لازال اهل الحرمين الشريفين والمصر واليمن والشام و سائر بلاد العرب من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبي ﷺ ويفرحون بقدوم هلال ربيع الاول ويغتسلون و يلبسون بالثياب الفاخرة ويتزينون بانواع الزينة ويتطيبون ويكتحلون وياتون بالسرور في هذه الايام و يبذنون على الناس بما كان عنهم من

المضروب والاجناس ويهتمون اهتماما بليغا على السماع والقرأة لمولدالنبی ﷺ وينا لون بذلك اجرا جزيلا.

یعنی ہمیشہ مکہ و مدینہ والے اور مصر و یمن و شام اور عرب کے تمام شہروں والے مشرق سے مغرب تک محفل میلا د کرتے اور ربیع الاول کا چاند دیکھ کر بہت شاداں ہوتے اور غسل کرتے عمدہ کپڑے پہنتے اور طرح طرح کی زینتوں کو اختیار کرتے، خوشبو سرمہ وغیرہ لگاتے اور اس مبارک ماہ میں خوب خوشی کا اظہار کرتے اور لوگوں کو نقد صدقہ دیتے یا غلہ کھانا وغیرہ دیتے اور بڑے اہتمام سے مولود شریف سنتے اور اس کے سننے کا خاص اہتمام کرتے اور اس جشنِ ولادت نبی کریمؐ کے اہتمام وانتظام کے سبب خدا سے مراتب عالیہ پاتے۔

معزز ناظرین! متعصب مجادل سے امید انصاف نہیں مگر غور فرمایئے کہ یہ کتنی عالمگیر شہادت ہے اب بھی اگر ایسا کرنے والے مشرک کہے جائیں تو عام امت مرحومہ پر مشرق سے مغرب تک سوائے چند نجدی گھروں کے شرک کا فتویٰ دیا جائے اور نبی کریم کی امت کے صلحاء اور خاص حرمین شریفین و بلاد عرب کے فضلا و عارفین کو بے دین بنایا جائے اور یوں خود کو شیطان کا بندہ بنا کر دوزخ تک پہنچایا جائے نعوذ باللّٰہ منہ۔

بنارسی جی کا ایک سوال باقی رہا وہ یہ کہ قیام کا مولود میں ثبوت اس کے متعلق مفتی مکہ کی ایک عبارت الدر السنیۃ کے صفحہ ۱۳ سے سناتے ہیں جس میں اس مسئولہ ہیئت کذائی کا بین و واضح ثبوت ہے اور حیا دار کو اتنا ہی کافی ہے سنو علامہ فرماتے ہیں:-

ومن تعظيمه صلى الله عليه وسلم الفرح بليلة ولادته و قرأة المولد القيام عند ذكر ولادته واطعام الطعام وغير ذلك (۶۰)

---

(۶۰) الدرالسنية فى الرد على الوهابيه-ص:۱۸، المكتبه ايشيق بشارع دارالشفقة ۱۴۰۱ھ

تعظیم سرکار رسالت میں یہ بھی ہے کہ جس رات آپ پیدا ہوئے اس رات کوخوب خوشی منائی جائے اور مولود شریف پڑھا جائے اور جب ذکر ولادت ہوتو قیام کرنا چاہیے اور کھانے کھلانے چاہئیں وغیرہ وغیرہ۔

بنارسی جی! رسول کریم نبی رؤف ورحیم ﷺ کی عظمت جس دل میں ہے وہ تو اس کو برابر جائز و مستحسن مانے گا باقی دوسروں کا عقیدہ اس سے ہمیں سروکار نہیں کیونکہ وہ دیندار اور مئے حب نبی سے سرشار نہیں اور سنو سیرت حلبی میں ہے

ومن الفوائد جرت عادة كثير من الناس اذا سمعوا بذكر وضعه صلى الله عليه وسلم ان يقوموا تعظيما له وهذا القيام بدعة لا اصل لها اى لكن هى بدعة حسنة لانه ليس كل بدعة مذمومة.

کثیر لوگوں کی یہ عادت ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ولادت سنتے ہیں تو لوگ قیام کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر اور یہ قیام بدعت ہے لیکن اچھی بدعت ہے اس واسطے کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی۔

اور سنئے امام برزنجی کی مشہور عبارت عقد جواہر سے ملاحظہ ہو......

وقد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذورواية و دراية فطوبى لمن تعظيمه صلى الله عليه وسلم مرامه ومرماه. (۶۱)۔

قیام کو وقت ذکر ولادت ائمہ روایت و درایت نے مستحسن سمجھا ہے مسرت و بشارت ہے اس کے واسطے جس کا قصد اور اس کی توجہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی طرف ہو۔

---

(۶۱) مولود برزنجی۔ص:۵۳، مطبع محمد رضا، استنبول ۱۲۹۴ھ

ان عبارتوں پر ان شہادتوں پر تعصب کی گھبراہٹ سے کام نہ لینا بلکہ ذرا دیانت و صداقت کا بھی لحاظ رکھنا اور اپنے مسلمان کہلانے کی لاج رکھ کر ان حضرات اکابر کے اقوال دیکھنا علاوہ ان نقلیات کے اور ایک بات سنو اگر چہ یہ عمل قیام بہ ہیئت مخصوص احادیث و آیات قرآن وغیرہ سے ثابت نہیں مگر بطور اصول شرعی داخل بدعت حسنہ مستحسنہ ہے۔

تنبیہ -

یہ بات باتفاق محققین ثابت ہو چکی ہے کہ ہر بدعت مذموم نہیں بلکہ بہت سی بدعتیں واجب وضروری ہوتی ہیں جیسے اعراب قرآن شریف اور طبع وترجمہ قرآن شریف اور تصنیف علم نحو وعلم کلام اور بنائے مدارس وغیرہ وغیرہ کہ یہ تمام امور بدعتیں ہیں مگر ایسی بدعتیں ہیں جن کی اچھائی اور بہتری میں سوائے احمق و جاہل کے کوئی کلام نہ کرے گا۔ سیرت حلبی وامام دحلان کی عبارتوں پر غور کرو اور سمجھو۔ پھر بنارسی جی لکھتے ہیں:-

> کہا امام احمد بن محمد بن بصری مالک کتاب قول معتمد میں و مع هذا قد اتفق علماء المذاهب الاربعه علی ذم العمل به فمن یذمه العلامة معز الدین حسن الخوارزمی
>
> علمائے محققین اور فضلائے مقبولین کے مقابلہ میں مجہول وغیر مشہور و نامقبول نام اور غیر معتبر وگمنام کتاب کا حوالہ کیا وقعت رکھتا ہے۔

بنارسی جی! یہ عبارت آپ نے قنوجی وغیرہ کے بھروسہ پر لکھ تو دی مگر یہ خبر بھی ہے کہ اس کی تصنیف ومصنف کا صحیح نشان و پتہ صحیح حوالہ سے معتبر ومشہور کتاب سے پوچھتے پوچھتے زمانہ گذر گیا آج تک سارے طائفہ کے لب پر مہر خموشی ہی لگی رہی اگر تم سپوت ہو تو ان سے یہ کلنک مٹاؤ ورنہ اس سے تو بہتر تھا کہ خشت البحر اور اینٹ کا الہزادہ حوالہ دیتے ایسی مجہول کتابوں سے مدعا ثابت کرنا آپ کے رٹے ہوئے فقرہ کے مطابق ہے یعنی بالو سے تیل کھینچنا ہے۔

مسئلہ سماع-

بارہواں سوال ''فتویٰ جواز عرس'' میں سماع پر تھا جس کے جواز میں ثبوت پیش کرتے

ہوئے ایک حدیث بھی لکھی تھی اس پر بنارسی جی لکھتے ہیں

> آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوکریوں کے گیت سننے کا ثبوت پیش کیا ہے مع حضرت صدیقہ کے اس سے قوالی سننے کا ثبوت باطل ہے اس لئے کہ ان چھوکریوں کا گانا غنا نہ تھا بلکہ سادی زبان سے قومی اشعار پڑھنا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں تصریح ہے **لیستا بمغنیتین** یعنی وہ گانا راگن کا نہ تھا (۶۲)۔

غنا بلا مزامیر اور دف کے ساتھ نزدیک ہمارے علمائے محققین حنفیہ کے جائز ہے اور یہ اس حدیث سے ثابت ہے اگر نظر انصاف سے **تدفقان و تغربان و تغنیان** الفاظ دیکھتے تو ایسی بات نہ کہتے مجوزین کے نزدیک وہ دف کے ساتھ غنا تھا فقط سادی زبان میں قومی اشعار پڑھنا نہ تھا **لیستا بمغنتین** کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ غنا ان کا پیشہ نہ تھا صرف یہی معنی نہیں کہ وہ گانا راگنی نہ تھا افسوس ان دونوں باتوں میں آپ کو کچھ فرق نہ معلوم ہوا پھر تصنیف رسالہ کی تکلیف کیوں گوارا کی پھر آپ لکھتے ہیں:۔

> راگ کا گانا تو قرآن وحدیث وفقہ ہر ایک سے ممنوع وحرام ہے چنانچہ مفصل سنو قرآن مجید میں ہے : **ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ** یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے راستہ سے گمراہ کرنے کو کھیل تماشہ کی باتیں خریدتے ہیں۔ اس لھوالحدیث کی تفسیر میں تمام مفسرین واکثر اصحاب نے غناء ومزامیر ومعازف کو داخل کیا ہے (۶۳)۔

آپ مطلق ہر قسم کے راگ کو قرآن حدیث سے حرام بتاتے ہیں آپ پر کفر کا فتویٰ عائد ہو سکتا ہے۔ بقول صاحب **بوارق الالماع فی تکفیر من یحرم السماع** سمجھو اور

---

(۶۲) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۳، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

(۶۳) مرجع سابق۔

کتابیں دیکھو بعض اقسام غنا باجماع امت مرحومہ جائز ہیں جیسے حدی شتر بانان اور غنائے غازیان وغیرہ پس مطلق حرمت غنا کا بغیر استثنا کسی قسم کے قائل ہونا بے شک مخالفت اجماع ہے اور قرآن وحدیث سے جس قسم کے غنا کی حرمت ثابت ہے اس کے ہم بھی منکر نہیں یعنی وہ غنائے فسق وشہوت ہو۔

مہربان بنارسی جی! مجوزین غنا اسی آیت سے جواز غنا بہ نیت صالحہ دینیہ ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لھو الحدیث اور لیضل عن سبیل اللہ دو قیدیں احترازی ہیں اور جن تفاسیر کا آپ نے حوالہ دیا ہے ان میں بھی اسی غنا کی مذمت مذکور ہے جو بطور لہو ولعب اور عن سبیل اللہ یعنی عبادت سے روکے منع کرے پس اب یہ آیت اور اقوال مفسرین غنائے مجوث عنہ کے متعلق نہیں رہے دیکھو رسالۂ بوارق الالماع جس کا ہم پہلے حوالہ دے چکے ہیں اسی میں ہے

واستدل المنكرون بقوله ومن الناس من يشترى لهو الحديث هو الغنا قلنا معنى قوله لهو الحديث انه يجوز سماع الحديث الحق سواء كان قرانا او شعرا او غير ذلک وقد ذكرت احاديث صحيحة على جواز سماع الاف والغناء والشعر وقد ورد ان من الشعر لحكمة فدل هذا النص على ان لهو الحديث يختص بالسماع المضل الملهى عن الحق والعبادة مايبعد من الله ومالم يكن كذلک فهو باق على الاباحة فمن قال ان السماع حرام فقد حرم فى الشرع مالم يرد النص به اذلم يرد فى كتاب الله ولا فى سنة رسول الله نص بتحريم السماع والرقص ومن حرم فى الشرع ماليس فيه افترى على الله كفر بالاجماع.

منکرین جواز سماع آیہ کریمہ من یشتری لھو الحدیث سے دلیل لاتے ہیں کہ لھو الحدیث سے مراد حسب تفسیر مفسرین وبعض احادیث غنا ہے ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ لھو الحدیث کہہ دینے سے ثابت ہوا کہ اچھی بات کا حق مضمون کا سماع وغناء ودف و اشعار کے متعلق مذکور مشہور ہیں خود حدیث میں ہے شعر بعض حکمت والے ہیں نص صریح سے ثابت ہوا کہ لھو الحدیث سے مراد قرآن شریف میں خاص وہ سماع ہے جو گمراہ کرنے والا اور حق سے روکنے والا ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ اباحت پر باقی ہے پس جو کہے مطلق سماع حرام ہے اس نے شریعت میں ایسے امر مباح کو اپنی طرف سے حرام کر دیا جس کی حرمت پر نہ کوئی آیت نہ حدیث پس وہ مفتری علی اللہ اور کافر باجماع ہے۔

بنارسی صاحب! آپ کے قول سے مطلق سماع کی حرمت معلوم ہوتی ہے پس یہ فتویٰ بوارق الالماع آپ پر بخوبی چسپاں ہے۔

پھر آپ لکھتے ہیں:۔

اب سنو حدیث بیہقی وغیرہ لعن اللّٰہ المغنی و المغنی لہ اس میں شک نہیں کہ مذمت غنا میں بہت سی احادیث وارد ہیں جن کے متعلق مجوزین غنا یہ کہتے ہیں کہ اول تو ان کی صحت میں کلام علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ ''درباب ذم سماع غنا حدیثے وارد نشدہ یعنی صحیح''۔

آپ وہابیوں کے پرانے بڑے گرو گھنٹال ابن حزم ظاہری تو کل مزامیر وملاہی کو علی الاعلان باطلاق مباح کہتے ہیں اور ان سب احادیث کی صحت کے منکر ہیں۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم وغیرہ میں اس کا خوب رد کیا ہے ثانیاً مجوزین سماع بعد تسلیم صحت ان احادیث کو متعلق

بغنائے فسق و فجور مانتے ہیں۔علی الاطلاق قائل حرمت نہیں اور غنائے فسق و فجور باجماع حرام ہے ہمارا کلام اس میں نہیں ہے پھر بنارسی منہ بگاڑ کر کہتے ہیں:۔

> اب سنو اپنے مذہب فقہ حنفیہ کی کتابوں سے حرمت غنا عالمگیری محیط مضمرات، حماد یہ غرض فقہا میں ستتر شخصوں نے تصریح کیا ہے کہ گانا حرام ہے جناب مجیب بدایونی یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا(۶۴)۔

بنارسی جی! ستتر نہیں ستر ہزار ہوں تو میرے خلاف نہیں اور میرا کلام غلط نہیں کیونکہ میں تو خود اپنے رسالہ میں سماع مع مزامیر کو مختلف فیہ بین العلماء بتا چکا ہوں اور اکثر حنفیہ کے نزدیک سماع دف کو مباح و جائز کہا ہے اور پھر اس کو بھی بانضمام امور قبیحہ نفسانیہ حرام بتا دیا ہے دیکھو پھر وہ رسالہ جس کے جواب میں آپ نے قلم ہاتھ میں لیا ہے اور بے دیکھے بھالے اپنی لیاقت کو بدنام کیا ہے کم سے کم جس رسالہ کا جواب دیا جائے اس کی عبارت اس کی تصریح تو دیکھ لی جائے یا آنکھ بند کر کے اپنی طرف سے مفروضات پر حکم قطعیات و منقولات لگا دیا جائے۔ سنئے بنارسی جی جن عبارتوں میں مطلق غنا کو حرام لکھا ہے ان میں بھی قید شہوت و فسق و فجور ملحوظ رکھی ہے کیونکہ سماع کو ہر طرح مطلقاً حرام سمجھنا خواہ بہ مزامیر ہو خواہ بلا مزامیر خواہ بہ نیت صالحہ ہو خواہ بہ نیت فسق و فجور خواہ مستمع اہل ہو یا نا اہل کسی دیندار کا کام نہیں جیسا کہ صاحب بوارق الالماع فرما چکے ہیں: **وان حرم سماع الفقراء والاشعار والصوت الموزون فذلک رد علی النبی و کفر بالاتفاق.** (ترجمہ: جس نے فقراء کے سماع اشعار اور موزوں آواز کو حرام قرار دیا تو یہ نبی کا رد ہے اور باتفاق علماء کفر ہے)۔

اب کہو بنارسی جی!

یہ فتویٰ کفر کا خود آپ پر الٹا نکل آیا

---

(۶۴) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۴، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

بلکہ علماء محققین اگرچہ آلات ومزامیر کو جائز نہیں کہتے لیکن اس کے مجوزین بہ نیت صالحہ کو بھی حکم کفر یا فسق قطعی کا نہیں دیتے کہ آخران کے جواز کے بہت ائمہ دین محدثین واولیائے عارفین قائل و عامل ہیں۔ خود ہمارے علمائے حنفیہ میں سے بعض متاخرین نے مزامیر کے متعلق لکھاہے **حرمتها ليست يعنها** دیکھو فتاوے خیریہ اور قاضی شوکانی صاحب نے تو ایک رسالہ ابطال دعویٰ اجماع حرمت سماع میں لکھ ڈالا ہے جو مطبوعہ ہو گیا ہے مزامیر کا جواز اوراس کا سننا بہت لوگوں سے ثابت کیا ہے۔

حضرت شیخ محقق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مفصل ومبسوط بحث لکھی ہے اور بہت علماء سے سننا نقل کر کے ان کو جو حرمت قطعی مان کر قطعی فسق کا حکم لگاتے ہیں خوب لتاڑا ہے ہاں وہ قوالی مروج جو مزامیر کے ساتھ بلا لحاظ شرائط اہل و نا اہل کے اور اختلاط مرد عورتوں کے بطور لہو ولعب ہوتی ہے وہ بقول صحیح محقق درست و جائز نہیں اس سے بچنا ضرور ہے۔

فاتحہ شیرینی و طعام-

تیرھواں چودھواں سوال فاتحہ شیرینی وطعام پر تھا جس کے جواب میں اقوال علماء سے ثبوت دیدیا تھا اس پر بنارسی جی فرماتے ہیں

آپ نے اس کے متعلق دو قول پیش کئے ہیں ایک شاہ ولی اللہ کا دوسرا مولانا شہید کا تیسرا قول شاہ عبدالعزیز صاحب کا بھول گئے کہ مکروہ است۔ (٦٥)

بنارسی جی! یہ شیرینی قبر کی قید آپ نے اپنی طرف سے کیوں لگائی نہ سوال میں یہ لفظ نہ ہمارے جواب، میں سائل کا مطلب صرف مٹھائی کھانے وغیرہ پر فاتحہ کا تھا اسی کے متعلق جواب دیا گیا تھا اور اسی کے ثبوت میں عبارتیں پیش کر دی تھیں جو آپ کی طرف سے لا جواب رہیں اب بھی کچھ حوصلہ ہے تو ان عبارتوں کا جواب لاؤ، ہاں علیحدہ مسئلہ کے متعلق ایک عبارت آپ نے شاہ صاحب دہلوی کے فتاوے صفحہ ۱۰۵ سے نقل کر دی ہے جو میرے

(٦٥) السعید ٹریکٹ نمبر ۲ ص:۱۵،سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

مدعا کے لئے حارج نہیں۔

آپ کی یہ عیّاری و چالا کی ہے کہ پہلے سے لفظ قبر سوال میں شامل کر دیا تا کہ شاہ صاحب کی عبارت اس سے متعلق ہو جائے آپ کے مکر کا جال کھل گیا لکھتے وقت آپ کو اتنا بھی خوف نہ آیا کہ آپ ہی کے ہم مذہب اطفال حال کھلنے پر آپ پر تالیاں بجائیں گے اور معمولی سمجھ والے آپ کی اس چالا کی نما حماقت پر ٹھٹے لگائیں گے۔شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل کی عبارتیں دو گلوگیر پھانسیاں تمہاری گردن پکڑے ہوئے ہیں یا تو ان دونوں پر بھی مشرک کافر بدعتی ہونے کا فتویٰ دو یا ان دونوں عبارتوں کا جواب دو۔تمہیں مع کل تمہاری پارٹی کے چیلنج ہے اگر حمیت مذہبی ہو تو ان دونوں عبارتوں کا جواب دینا تم پر لازمی ہے ورنہ مولوی اسماعیل اور شاہ ولی اللہ صاحب پر بھی ردّہ جماؤ اور اعلانیہ انھیں بھی مشرک بدعتی شائع کرو کہو لکھو۔پھر آپ لکھتے ہیں:-

کیا آپ کو فقہا کا قول معلوم نہیں **طعام المیت یمیت القلب** (٦٦)

اس کی سند پیش کیجئے کس فقیہ نے کس کتاب میں لکھا ہے اور اس کا کیا مطلب لیا ہے پھر آپ فرماتے ہیں:-

ہم ایک حدیث صحاح ستہ کی سناتے ہیں **نهی عن طعام المیت رسول الله علیه وسلم** چلئے فیصلہ شد (٦٧)۔

محدث جی! اس کا کیا مطلب ہے کہ ایک حدیث صحاح ستہ کی کیا یہ حدیث چھئوں کتابوں میں ہے یا ان میں سے ایک میں آخر اس کا نام کیا ہے وہ کونسی کتاب ہے صاف بتایئے آپ تو کچھ سٹ پٹا گئے ہیں، بے ربط باتیں اٹکل پچو کہتے چلے جاتے ہیں۔بنارسی جی **طعام المیت** کی علماء نے بہت سی توجیہیں کی ہیں بعض کہتے ہیں دکھاوے، ریا، نام ونمود کے لئے ورثۂ میت جو پکائیں وہ اس سے مراد ہے۔

---

(٦٦) مرجع سابق نفس الصفحہ

(٦٧) مرجع سابق نفس الصفحہ

بعض فرماتے ہیں وجہ نہی حق نابالغین کا شمول واتلاف ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ میت کی طرف سے مطلقاً طعام کا صدقہ ہی نہ دیا جائے اور اس کا کھانا مطلقاً حرام ہے دیکھو فتاوائے عالمگیری میں ہے

وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اذا كانت الورثة بالغين.

اسی میں ہے :

واذا تخذ لابأس بالاكل منه كذا فى خزانة المفتين واذا اتخذ طعاما للفقراء كان حسناً اذا كانت الورثة بالغين(٦٨)۔

جبکہ کھانا میت کے لئے بنایا جائے تو اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح خزانہ میں ہے فقراء کے واسطے کھانا بنانا بہتر ہے جبکہ وارث بالغ ہوں۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

يكره اتخاذ الضيافة فى ايام المصيبة لانها ايام تاسف فلا يليق بها ما يكون للسرور وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنات(٦٩)۔

ایام مصائب میں ضیافت کے لئے کھانا بنانا مکروہ ہے اسلئے کہ یہ افسوس وغم کے دن ہیں لہٰذا وہ ضیافت کے مناسب نہیں جو خوشی ومسرت کے لئے ہے اور اگر اس کھانے کو فقراء کے لئے بنایا جائے تو یہ حسن ہے۔

---

(٦٨) ردالمحتار میں ہے وان اتخذ طعاماً للفقراء كان حسنا اگر کھانا فقراء کے لئے بنایا گیا تو بہتر ہے۔
ردالمحتار-ج:ا/ص:٦٠٣، کتاب الجنائز: **مطلب فى كراهة الضيافة من اهل الميت۔**

(٦٩) اسی کے مثل ردالمحتار میں بیان کیا گیا ہے دیکھئے- ردالمحتار : کتاب الجنائز۔

ان تمام عبارتوں کا وہ ہی مطلب ہے جو ہم بتا چکے صدقہ طعام برابر جائز اور حدیث میں جو طعام میّت کی ممانعت ہے اس کا سبب یہ ہے جو فقہاء کے یہاں مصرح تھی کہ ورثۂ میت بالغ ہوں تا کہ نابالغوں یتیموں کا حق ضائع نہ ہو یا وہ مہمانی جو بطور فرحت وسرور کے ہو اور اس میں خواہ مخواہ کا تکلف کیا جائے نہ یہ مطلب جو ہمارے بنارسی جی نکالنا چاہتے ہیں کہ میت کے لئے صدقۂ طعام ہی نہ کیا جائے۔ بنارسی جی اگر تم سچے ہو تو کہو شاہ عبدالعزیز صاحب پر کیا حکم لگاتے ہو وہ اپنی تفسیر میں **والقمر اذا تسق** کی تفسیر کی تقریر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> اول حالتیکہ بمجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ والفت تعلق بدن ودیگر معروفان از ابنائے جنس خود باقی است وآں وقت گویا برزخ است کہ چیزے ازاں طرف وچیزے ازیں طرف مدد زندگان بمردگان دریں حالت از دور تر می سد ومردگان منتظر طوق مدد ازیں طرف می باشند صدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار اومی آید۔
>
> ترجمہ: پہلی حالت یہ ہے کہ روح صرف بدن سے جدا ہوتی ہے سابقہ حیات کا اثر بدنی تعلق اور اپنے ہم جنس شناساؤں کی محبت باقی رہتی ہے (موت کے بعد کا وقت) گویا برزخ کا وقت ہے اور اسی حالت میں زندوں اور مردوں میں سے ہر ایک کی جانب سے دوسرے کو کچھ نہ کچھ مدد پہنچتی رہتی ہے اور مردے صدقات دعا اور فاتحہ کی مدد کے منتظر رہتے ہیں یہ چیزیں اس وقت بہت کام آتی ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مطالب عالیہ میں روایت کی ہے ملاحظہ ہو: **حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا الاشجعی عن سفیان قال طاؤس ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا فکانوا یستحبون ان یطعم عنهم.** یعنی صحابۂ کرام مستحب سمجھتے

کہ مردہ کی طرف اس کے ایام مصیبت میں صدقہ پہنچایا جائے ابونعیم نے حلیہ میں بھی اس روایت کونقل کیا ہے اور سنو علامہ شیخ ابوالحسن سندی نے اپنے رسالہ البدر المنیر عن مباحث فتح القدیر میں لکھا ہے:-

اتخاذ الضیافة ای اتخاذ الطعام علی وجه الضیافة للاقرباء والاحیاء ممن لا یعهد حضورهم علی وجه الاجتماع علی الطعام الافی الضیافات والعروس لا علی وجه القربة للصالحین واولی الحاجة فلا یرو ماروی ان اهل بیت النبی ﷺ صنع طعاما للنبی واصحابه یوم مات المیت عنهم وان القربة مندوبة دائما فکیف یکره فی بعض الایام سیّما ایام تذکر الموت وهو مما یدعوه الی تکثیر القربات والفرق بین الطعامین جلی معلوم مع قطع النظر عن النیة.

ترجمہ: یعنی مہمانی بطور ضیافت وتکلف اقربا احبا کو دینا جیسے عروس یعنی شادیوں میں دی جاتی ہے یہ مکروہ ہے نہ وہ جو بطریق قربت وثواب اہل حاجت کو دی جائے پس اب یہ اعتراض نہ رہا کہ خود حضور کے اہل بیت نے جبکہ ان میں کوئی موت ہوگئی تھی کھانا کھلایا تھا اور نیز یہ اعتراض بھی کہ صدقہ ہر وقت مندوب ہے ان دنوں میں جبکہ موت کا زمانہ ہو کیوں مکروہ ہو جائے گا باقی نہ رہا کہ مکروہ اور کھانا ہے اور مستحب اور کھانا اور ان دونوں طعاموں کا فرق قطع نظر نیت کے سب اہل عقیدت جانتے ہیں۔

معزز ناظرین! ہمارے بنارسی جی کی یہ عادت ہے کہ جو کلام ان کے تیور بگاڑتا ہوتا ہے اور جہاں ان کے بنائے کچھ بن بھی نہیں پڑتا وہاں بالکل دم بخود ہو جاتے ہیں اسی بحث میں

ہمارے پہلے رسالہ جواز عرس میں دو عبارتیں لکھی گئی تھیں ان کو بنارسی جی بالکل ہضم کر گئے ہم پھر ان روایتوں کو لکھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اب بھی وہ بنارسی جی کی طرف سے لاجواب رہیں گی پہلا قول شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے سنئے وہ فرماتے ہیں:-

اگر مالیدہ شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگی بقصد ایصال ثواب بروح پزندو بخورند مضائقہ نیست۔(۷۰)

دوسرا قول مولوی اسمٰعیل کا فتویٰ مندرجہ مجموعۂ زبدۃ النصائح ملاحظہ ہو

اگر شخصے بزے خانہ پرور کندتا گوشت اوخوب شود او را ذبح کردہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم خواندہ بخوراند خللے نیست۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص گھر میں کوئی بکرا پالے تاکہ اس کا گوشت بہت ہو جائے اور اس کو ذبح کرے غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی فاتحہ پڑھ کر کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کہو بنارسی جی! اب تو فاتحہ بر طعام اور ایصال ثواب بالخصوص فاتحہ حضرت غوث الاعظم پھر ان سب فاتحوں کا تناول کرنا کھانا مضائقہ نیست اور خللے نیست کے وہابیت شکن فقروں سے مل کر تمام وہابیوں کے کلیجے الٹ رہا ہے کہ نہ کھجائے بنتی ہے نہ روکتے، ایک طرف فاتحہ کا جواز اور اس کا نوش جان کرنا دوسری طرف مولوی اسمٰعیل و شاہ ولی اللہ صاحب کو مشرک کہنا آفت کا سامنا ہے۔ ہم ناظرین پر اب تمہاری دیانت وصداقت کو چھوڑتے ہیں اور تمہارے لئے دعا کرتے ہیں کہ خدا تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ قرآن خوانی کو پہلے غیر ثابت کہہ چکے ہو میت کے صدقہ طعام کا منع بھی تمہاری باتوں کا لب لباب معلوم ہوتا ہے تو اب تمہارے مردوں کی روحیں تم خلف الرشید سپوتوں کو رات دن دعائیں دیتی ہونگی اس مقام پر وہ مثل صادق معلوم ہوتی ہے جو مشہور ہے کہ مر گئے نہ ان کی فاتحہ نہ درود لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

---

(۷۰) السعید ٹریکٹ نمبر ۲ ص: ۱۵، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

تلاوت پنج آیت قرآنی -

بنارسی جی فرماتے ہیں

پندرھواں سوال اس کا قبر پر پنج آیات قرآنی کے تلاوت کرنے کے متعلق تھا۔ آپ نے جواب میں صرف یہی لکھ دیا کہ سلف سے خلف تک پڑھا جاتا ہے اب ہم سے سنئے کہ اولاً تو یہ معرض دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا دوئم اس کا بار ثبوت بھی آپ پر ہے کہ سلف سے خلف تک پڑھتے تھے۔ (۷۱)

ناظرین! لفظ قبر جو بنارسی صاحب نے لکھا ہے اگر ہمارے سائل کے سوال میں اور ہمارے جواب میں کہیں بھی ہو تو کوئی صاحب بتا دیں ورنہ بنارسی صاحب کی اس جرأت و چالاکی کی داد دیں کہ صورت سوال بدل کر ہمارے تحریر شدہ چھپے ہوئے کلام کو بگاڑ کر اعتراض کرتے ہیں اور دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہتے ہیں بنارسی جی اگر سچے ہو تو دکھاؤ ہم نے اس سوال کے جواب میں یا سائل نے سوال میں کب لفظ قبر لکھا ہے۔

خیر اب سنو، جو امر امت مرحومہ کا سلف سے خلف تک معمول رہا ہو اس کو آپ کس خیرہ چشمی سے کہتے ہیں کہ معرض دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

احادیث صحیحہ میں کیا اتباع سواد اعظم کی تاکیدیں اور اس کے مخالفین پر سخت وعیدیں نہیں آئی ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو کر آپ کا ان کے دائمی معمولات کو اس فقرہ میں اڑا دینا کہ ''یہ معرض دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا''، آپ کے ایمان کی شان ہے اور آپ کے اہل حدیث ہونے کے شایاں ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ جامع الاوراد کی روایت پھر سنو:

چوں ختم کند اول پنج آیت خواندہ دست برائے فاتحہ بردار

ترجمہ: جب ختم کرے تو پہلے پنج آیات پڑھ کر فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

اور پھر شاہ صاحب دہلوی کا ایک اور جدید قول سنو اور سمجھو شاہ صاحب ایک فتوے میں خود

---

(۷۱) مرجع سابق۔

اپنے عمل وفعل کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

بعد ازاں ختم قرآن وپنج آیات خوانده بر ماحضر فاتحه نموده می آید۔

ترجمہ: ختم قرآن کے بعد پنج آیت پڑھ کر ماحضر پر فاتحہ پڑھنا آیا ہے۔

بنارسی جی آیات وسورۂ قرآنیہ کی تلاوت کا ثواب موتی کو پہنچانا اور ان کا مقابر مسلمین میں پڑھنے کا حکم بھی احادیث وآثار سے ثابت، آپ کس بوطے پر محدث بنے ہیں معمولی کتب مشہورہ شرح الصدور علامہ سیوطی وغیرہ پر ہی ایک نظر ڈال لی ہوتی اب تو مترجمین کی محنت نے عربی سمجھنے کی زحمت سے بھی کنارہ کش کر دیا۔

سنو! ابوداؤدونسائی، ابن ماجہ، دارقطنی وغیرہ میں یہ حدیث ہے حضور نے فرمایا ہے اپنے مردوں پر سورۂ یٰسین پڑھو(۷۲)۔ دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے جو قبرستان سے سورۂ یٰسین پڑھ کر گزرا تو مردوں کے واسطے تخفیف عذاب کا سامان اور اپنے واسطے ان کے عدد کے مطابق حسنات لے گیا۔ اور سنو علامہ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں:-

اذا مات احدكم فلا تجسوه واسرعوابه الى قبره وليقره عند رأسه بفاتحة البقرة وعند رجله بخاتمة البقرة(۷۳)۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں کا کوئی مر جائے تو اس کو زیادہ دیر نہ روکو بلکہ جلدی سے اس کو قبر میں پہنچاؤ اور اس کے سر پر اول رکوع سورۂ بقر (الم) کا اور اس کے پائنتی آخر رکوع (امن الرسول) پڑھا جائے۔

---

(۷۲) وہ حدیث یہ ہے: اقرؤها عندموتاكم يعني يٰسن (اپنے مردوں پر سورۂ یٰسین پڑھو)
ابن ماجہ: کتاب الجنائز-ص:۱۰۵، المطبع الفاروقی دہلی۔

(۷۳) الف:- مشکوۃ: کتاب الجنائز باب دفن المیت، ج:۱/ص:۱۴۹، اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ
ب:- مرقاۃ شرح مشکوۃ: علامہ علی قاری- کتاب الجنائز: باب دفن المیت، فیصل پبلی کیشنز دیوبند، ۲۰۰۵ء

اس کونقل کر کے علامہ لکھتے ہیں:-

قال النووی فی الاذکار قال محمد بن احمد المروزی سمعت احمد بن حنبل یقول اذا دخلتم المقابر فاقروأ بفاتحة الکتاب والمعوذتین وقل ھو اللہ احد واجعلوا ثواب ذلک لاھل المقابر فانه یصل الیھم یعنی امام نووی شارح صحیح مسلم نے اذکار میں کہا محمد بن احمد مروزی نے کہا کہ احمد بن حنبل فرماتے تھے جس وقت کہ تم میں سے کوئی قبرستان میں داخل ہوتو الحمد پڑھے اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور قل ھواللہ احد پڑھے اور اس کا ثواب اہل قبرستان کو پہنچائے وہ پہنچے گا۔

معززین! خدارا انصاف فرمایئے کہ ہمارا دعویٰ کس دھوم دھام سے ثابت ہورہا ہے دیکھئے پنج آیت مروجہ میں جو کچھ بھی پڑھا جاتا ہے اس میں بقرہ کا رکوع اول وآخر خود سرکار نامدار کی حدیث سے ثابت اور پھر تمام سورتیں علی الترتیب مروج طریق حضرت امام حنبل سے ثابت ہے اب کون کھوکھلے دماغ والا کلام کرے گا اور قبروں پر تلاوت قرآن کو ممنوع ٹھہرائے گا اور بھی سنئے ہمارے ہاں کی معتبر کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:-

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان و یقرؤن القرآن ویھدون ثوابه لموتاھم.

ترجمہ: ہر زمانے کے مسلمانوں کا دستور ہے کہ وہ جمع ہوکر قرآن پڑھ کر اس کا ثواب اپنے مردوں کا پہنچایا کرتے تھے۔

اورملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری میں ہے:-

ویستحب ان یقعد عند القبر بعد الفراغ ساعة قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا و یشتغل القاعدون بتلاوة

القرآن والدعاء للميت۔(۷۴)

ترجمہ: بعد دفن کے قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے جس میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکے اور بیٹھنے والے تلاوت قرآن اور میت کے واسطے دعا میں مشغول رہیں۔

البحر الرائق میں ہے:۔

لابأس بقرأة القرآن عندالقبور (۷۵)

قبروں کے پاس قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

ایسے ہی ذخیرہ اور قاضی خاں اور مضمرات اور خزانۃ الفتاوی و عالمگیریہ وغیرہ میں ہے اور سنو جامع شعبی میں ہے حضرات انصار کرام کی یہ عادت تھی کہ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا تو اس کی قبر پر قرآن پڑھتے۔

دار قطنی میں حضرت علی سے روایت ہے جس سے تلاوت قرآن خاص کر تلاوت سورۂ اخلاص علی القبر ثابت و مستحسن۔

کہو بنارسی جی! اب تو یہ مسئلہ معرض دلیل میں پیش کیا جا سکتا ہے اب تو بار ثبوت سے ہمیں سبکدوشی ہو گئی تو اور خدمت کو بھی ہم حاضر ہیں دیکھئے اس طرح تعامل سلف سے بلکہ خود حکم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے یہ مسئلہ ثابت ہوا اب یاد رکھنا کسی سنی مقلد اور وہ بھی بدایونی اگر ہو تو اس کے منھ نہ آنا ورنہ ایسی ہی عاقبت سنبھلا کرے گی۔ پھر آپ ایک زبردست فقرہ لکھتے ہیں:۔

السلام علیکم دار قوم مومنین کے علاوہ اور کوئی آیات قرآنی

---

(۷۴) فتاویٰ عالمگیری-ج:ا/ص:۱۶۶، کتاب الجنائز: **الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی اٰخر**، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ۔

(۷۵) البحر الرائق-ج:۲/ص:۲۱۰، المطبعۃ العلمیہ

ب: فتاویٰ عالمگیریہ-ج:ا/ص:۱۶۶، کتاب الجنائز۔

پڑھنا منقول نہیں۔ سچے ہو تو ثابت کر دکھاؤ۔(۷۶)

بنارسی جی یہ بھی ابھی ابھی ایسے ہی ثابت ہوتا ہے جیسے کہ اوپر حکم قولی سے اسی مسئلہ کا تصفیہ ہوا اور فرمان رسالت سے قبروں پر قرآن پڑھنا ثابت کر دیا گیا حالانکہ وہاں بھی آپ کو بڑا انکار تھا اسی طرح اب یہاں آپ بڑے غرّہ اور دعوے سے کہہ رہے ہیں کہ سوا اس جملہ السلام علیکم دار قوم مومنین کے حضور سے قبور پر کچھ تلاوت کرنا ثابت ہی نہیں۔ اگر ثابت ہو جائے تو صرف اتنا ہمارا کہا ماننا کہ ذرا غیرت وشرم اور کتب بینی کے عادی ہو جانا، اچھا سنو:-

اخرج سعيد بن منصور عن ابن مسعود قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقف على القبر بعد مايسوى عليه فيقول اللهم نزل بك صاحبنا و خلف الدنيا خلف ظهره اللهم ثبت عندالمسلة منطقه ولا ثبت له فی قبره بما لا طاقة له به.

سعید بن منصور نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبر کے پاس کھڑے ہوئے جب اسے برابر کر دیا جاتا تھا اور فرماتے اے اللہ ہمارا ساتھی تیرے پاس پہنچا اور دنیا کو اپنی پس پشت چھوڑ گیا ہے تو سوال کے وقت اس کی زبان کو ثبات عطا فرما اور قبر میں اسے وہ چیز مت دے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

---

(۷۶) پوری عبارت ہم نقل کر رہے ہیں...... ''پندرھواں سوال اُس کا قبر پر پنج آیات قرآنی کے تلاوت کرنے کے متعلق تھا آپ نے جواب میں صرف یہی لکھ دیا کہ سلف سے خلف تک پڑھا جاتا ہے کوئی صریح ثبوت نہ دیا اب ہم سے سنئے کہ اولاً تو یہ معرض دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا، دوئم اس کا بار ثبوت بھی آپ پر ہے کہ سلف سے خلف تک پڑھتے تھے اے جناب! شارح دین تو رسول اللہ ﷺ ہیں آپ سے قبر پر پنج آیات کا پڑھنا صحیح سند سے نقل کرو۔ یاد رکھو کہ ہرگز کہیں سے ثبوت نہیں پیش کر سکتے بلکہ رسول اللہ ﷺ تو قبر پر صرف یہ دعا پڑھتے السلام علیکم دار قوم مومنین انتم سلفنا ونحن بالاثر. اس کے علاوہ اور آیات قرآنی پڑھنا منقول نہیں سچے ہو تو ثابت کر دکھاؤ۔ (السعید ٹریکٹ نمبر ۲ ص:۱۵، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ)

علاوہ اس کے مشکوٰۃ کی حدیث اور حضور کا حضرت سعد بن معاذ کی قبر پر طویل تسبیح وطویل تکبیر کرنا بھی ثابت ہے(۷۷)۔جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ کوئی مخصوص آیت و دعا لازمی حضور کا معمول خاص نہ تھی جیسا کہ بنارسی صاحب کا دعویٰ ہے اب اگر یہ کہیے کہ دعاؤں میں ہمارا کلام نہیں بلکہ آیت قرآنی سوائے **السلام علیکم دار قوم مومنین** کے اور کوئی حضور سے منقول نہیں تو پھر سنئے اور اس کا بھی خاص ثبوت لیجیے:۔

اخرج الطبرانی عن عبدالرحمن بن علاء بن الخلاج قال قال لی ابی یا بنیّ اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللّٰہ وعلی ملة رسول اللّٰہ ثم اقرء عند راسی فاتحة البقرة و خاتمتها فان رسول اللّٰہ ﷺ یقول ذلک.

ترجمہ: امام طبرانی نے عبدالرحمٰن بن علاء بن الخلاج سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میرے والد نے حکم دیا کہ اے بیٹے جب تو مجھے قبر میں رکھے تو **بسم اللّٰہ وعلی ملة رسول اللّٰہ** کہنا پھر میرے سرہانے سورۂ بقر کا ابتدائی اور آخری رکوع پڑھنا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے۔

اب تو حضور سرور عالم کا حکم قولی قبور پر سورۂ بقرہ کا اول وآخر پڑھنے کے متعلق ظاہر ہوگیا کیا

---

(۷۷) مشکوٰۃ میں ہے: **عن جابر قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ الی سعد بن معاذ حین توفی فلما صلی علیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وضع فی قبره وسوی علیه سبح رسول اللہ ﷺ فسبحنا طویلا ثم کبر فکبرنا فقیل یا رسول اللہ لم سبحت ثم کبرت قال لقد تضایق علی هذا العبد الصالح قبره حتی فرجه اللہ عنه.**

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سعد بن معاذ کی وفات ہوئی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب حضور علیہ السلام نے ان کی نماز ادا فرمائی اور ان کو قبر میں رکھ کر مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے تسبیح پڑھی تو ہم نے بھی کافی دیر تک تسبیح پڑھی پھر آپ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ نے تسبیح وتکبیر کس وجہ سے پڑھی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس نیک بندہ پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تو اللہ نے اس کے باعث اسے کشادہ فرمایا۔(مشکوٰۃ شریف–ج:۱/ص:۲۶،باب اثبات القبر ، اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ)

اب بھی آپ وہی کہے جائیں گے کہ سوائے اس آیت کے حضور کا اور کچھ پڑھنا آیات قرآنی سے منقول نہیں اب ہم آپ کی ضد کو پورا کرتے ہیں اور ایک صریح روایت اور نہایت واضح مضمون اور خود حضور نبی کریم کا قبر پر علاوہ اس آیت کے اور آیتیں پڑھنا ثابت کرتے ہیں اور جناب کے اس دعویٰ کی جو بزعم جناب بہت قوی و زبردست تھا رکاکت وضعف دکھاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو شامی باب زیارۃ القبور:-

فقد ثبت انه علیه الصلوٰة والسلام قرأ اول سورة البقرة عند راس المیت و آخرھا عند رجله انتهی. ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اول سورۂ بقرہ میت کے سرہانے اور آخر اس کی پائنتی خود پڑھی۔

ناظرین! اب تو بنارسی جی کی پوری خدمت ہم نے کر دی بنارسی جی نہیں تو غالباً آپ حضرات ہماری اس تحقیق کی قدر کریں گے اور دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

چادر مع جلوس نکالنا-

نمبر ۱۶ تا ۱۹ میں چادر مع جلوس نکالنا، منقبت خوانی خوش الحانی سے ہونا سماع ہونا وغیرہ وغیرہ کو مستحسن بہ نیت صالحہ ٹھہرایا تھا اس بنا پر بنارسی جی فرماتے ہیں:-

اس کے ثبوت میں کوئی دلیل پیش نہیں کی ردالمحتار کی عبارت پیش کردہ کو اس سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اس کا مفصل رد ہم نمبر ۵، ۶ میں بخوبی کر چکے ہیں کہ نہ چادر چڑھانا جائز ہے نہ تقبیل و مس نہ منقبت خوانی و قوالی گانا۔(۷۸)

دروغ گورا حافظہ نباشد - کسی نے سچ کہا ہے

نمبر ۵ میں جو عبارت ہم نے ردالمحتار کی لکھی تھی جس کے مفصل رد کا دعویٰ بنارسی جی کو ہے بالکل لا جواب رہی۔ بنارسی جی تین ورق اپنی کتبیہ کے الٹ کر دیکھئے اس عبارت کے متعلق

(۷۸) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۵، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

آپ نے ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہے مگر اللہ رے ڈھٹائی دعوئی یہ کہ ہم مفصل رد کر چکے، ایسے دعووں کی حقیقت کھلنے پر لوگ تمہیں کیا کہیں گے کچھ اس کا بھی خیال ہے۔ چادر چڑھانا ہم ثابت کر چکے اور ایسا کر چکے کہ آپ سر بھی نہ اٹھا سکیں گے۔ آپ کہتے ہیں ردالمحتار کی پیش کردہ عبارت کو اس سے تعلق نہیں، ناظرین فیصلہ فرمائیں وہ عبارت یہ ہے بار بار منقول ہو چکی ایک نظر پھر بھی:۔

ولکن نحن نقول الان اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة کی لا یحتقروا صاحب القبر لجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات. کذا فی کشف النور عن اصحاب القبور للاستاذ عبد الغنی النابلسی قدس سره.

مگر ہم اب کہتے ہیں جب کہ اس سے (چادر، غلاف ڈالنے سے) عامۃ الناس کی نگاہ میں تعظیم کا قصد ہوتا ہو کہ وہ صاحب قبر کی تحقیر و تذلیل نہ کریں اور غافل زائرین کے لئے خشوع وخضوع حاصل ہو تو یہ جائز ہے اس لئے کہ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اسی طرح استاذ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ کی کتاب کشف النور عن اصحاب القبور میں لکھا ہے۔

ہر عربی خواں اور معمولی سمجھ والا اس کے ترجمہ کے بعد آپ کے اس فقرہ پر کہ ردالمحتار کی پیش کردہ عبارت کو اس سے کچھ تعلق نہیں آپ کی استعداد و سمجھ پر افسوس کرے گا، خدا آپ پر رحم کرے اور سمجھ دے۔ مہربان بنارسی جی بوسہ قبر و سماع وغیرہ کی بحث میں کامل تحقیق ہو چکی صاحب طوالع الانوار اور حضرت امام احمد بن حنبل اور حافظ عینی وغیرہ اکابر کی تصریحات و روایات دیکھئے اسی طرح سماع کی بحث کی تحقیق انیق کو سمجھئے اور آئندہ سمجھ بوجھ کر میدان میں آیئے۔

اما کن مقدسہ اور مقامات متبر کہ -

بیسویں سوال میں سائل نے اما کن مقدسہ اور مقامات متبرکہ کا تعامل پوچھا تھا جس کے جواب میں مقامات متبرکہ کا دستور بتایا گیا تھا اس پر بنارسی جی نے اپنے کمال تہذیب اور بنارسی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے اسلام کو بھی حرمین طیبین کی گستاخی کر کے سلام کرلیا ہے۔ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں

> آپ نے بغداد، اجمیر، پاک پٹن، کلیئر وغیرہ کا واقعہ پیش کیا ہے اگر یہی ثبوت کسی امر کے حق ہونے کا ہے تو بت پرستی، لنگ پرستی وغیرہ ہمارے کاشی، اجودھیا، گیا، متھرا، بندرابن میں کثرت سے ہوتی ہے۔(۷۹)

معلوم ہو گیا پورے بنارسی ہو اور بہت صحیح السکونت بنارسی ہو۔ حضرت اولیاء اللہ کے با فیض آستانوں کے مقابلہ میں مشرکوں کے معابد پیش کرنا بنارسی جی جیسے ہی حضرات کا کام ہے۔ ہاں سچ ہے ہر ایک کا جدا نصیب و مذاق ہے ہمارے نزدیک وہ مقامات عتبات اولیاء اللہ متبرک و بزرگ تھے، لائق تعظیم و قابل عظمت تھے اور بنارسی جی کے نزدیک معابد کفار جس کو ان کی عبارت مذکورہ میں لفظ ہمارے کاشی اجودھیا واضح کرر ہا ہے بنارسی جی ایسے امور مستحسن الاصول کا **علی طریقه التعامل من سلف الی خلف** خوب و مرغوب ہونا مباح و قابل عظمت ہونا فاعل کی عظمت اور اس کے ذاتی تقدس مذہبی حرمت کے سبب ہوتا ہے تو غالباً آپ متھرا، گیا، بنارس وغیرہ کے معتقدین کو بھی وجود اپنے دعویٰ اسلام کے محبوب و بزرگ و مقدس سمجھتے ہوں گے **و لا یقول بذلک الا من سفه نفسه** پھر آپ اسلام و ایمان کی ایک اور بڑی شان کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> اگر خاص کعبہ و مدینہ میں کوئی فعل خلاف سنت ہو وہ تو ہم پر حجت نہیں تو یہ مقامات کس شمار میں ہیں ورنہ بیت اللہ کے اندر چوری، گرہ کٹی ونشہ

---

(۷۹) السعید ٹریکٹ نمبر ۲، ص: ۱۶، سعید المطابع بنارس، ۱۳۳۰ھ

خواری سب کچھ ہوتی ہے۔

بنارسی جی! خدانخواستہ حرم کعبہ و مدینہ میں ایسے افعال کوئی نجدی بد باطن ہی کرتا ہوگا کسی مسلمان کا تو کام نہیں۔ باقی رہا اہل مکہ و مدینہ کا خلاف سنت کرنا اور تم پر حجت نہ ہونا وہ تو ظاہر ہے کیونکہ وہ تمام حضرات حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حقیقی عزت و عظمت کرنے والے ہیں اور وہابیہ کے نجدی گرو جی اسی کو خلاف سنت بتا کر تمام امت مرحومہ کو کافر و مشرک ٹھہرا گئے ہیں۔

بنارسی جی! تمہارے اس دوسطری عبارت کے لفظ لفظ سے بوئے گستاخی و بے ادبی آ رہی ہے کسی محبت والے دل اور ادب کی زبان سے ایسے الفاظ نہ نکلیں گے۔ ہم سچی خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ جلد توبہ کرو اور خدا کے دربار میں جانے سے پہلے رسول کریم کے سچے غلام و شیدا بن جاؤ۔ حدیث و قرآن کے مضامین صاف صاف بتا رہے ہیں کہ رسول کریم کی عداوت و گستاخی دوزخ کا آتشیں دریا دکھانے والی ہے۔ توبہ کرو اور مرنے سے پہلے مسلمان بن جاؤ۔ حضرات علمائے مکہ و مدینہ وہ حضرات ہیں جن کی نسبت احادیث میں فضائل آئے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی وہاں کے عوام الناس و جہال کے ہر فعل کو اچھا نہیں کہتا بحث تو اس فعل میں ہے جو وہاں کے علمائے عاملین اتقیاء صالحین میں مقبول و مروج و معمول ہوا ایسا نیک فعل مطابق تصریحات احادیث صحیحہ حضور رحمتہ للعالمین و اقوال ائمہ دین متین مستحسن و مندوب ٹھہرے گا اور ان کا تعامل و استحسان حجت شرعی بن جائیگا۔ آپ کا دل اگر اس حکم کے نیچے گردن جھکانے کو پسند نہیں کرتا تو آپ جانیں اور آپ کا ایمان کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

واللّٰہ یھدی من یشاء ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم و اٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ علی سید نا محمد وعلیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین

☆☆☆